ملفوظات

از

مسیح الامت حضرت مولانا شاہ محمد مسیح اللہ خانصاحب شیروانی مدظلہم

از اکابر خلفاء

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہ

مکتبہ فیض اشرف جلال آباد مظفر نگر

۱۳۸۷ھ

[illegible]

ملفوظات

افاضات

مسیح الامۃ حضرت مولانا شاہ محمد مسیح اللہ خان صاحب شروانی مدظلہم

از اکابر خلفاء

حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ

ناشر

مکتبہ فیض اشرف جلال آباد ضلع مظفر نگر

(یو، پی - انڈیا)

کتبہ ــــــــــــ فضل الرحمن دربھنگوی

عرضِ ناشر

حضرت مسیح الامۃ دامت برکاتہم کا تصنیف فرمودہ رسالہ مقاطعہ (اسٹرائک) زیر طبع ہے، سردست عجالہ نافعہ کے طور سے اس موضوع پر حضرت دامت برکاتہم کی دو خاص مجلسیں زیور طبع سے آراستہ و شائع کی جارہی ہیں تاکہ ناظرین کرام اس سلسلہ میں ایک گونہ پیاس بجھاسکیں اور مستقل رسالہ کی طلب میں اضافہ فرماسکیں تاکہ دستیابی پر زیادہ محظوظ و مسرور ہوسکیں۔

رسالہ مذکورہ علم دین کی عظمت، اور علم دین بزبان عربی کی خصوصی شان افادیت، اور درس نظامی کے آثار و خواص اور فی زمانہ مدارس عربیہ سے فارغ التحصیل کا علماء سابقین کے مثل قابل و فاضل نہ ہونا، شان تحقیقی سے محروم ہونے کا اشکال اور اس کا جواب اور حصول علم کے شرائط اور اس کے موانع اور پھر مجمع الموانع اسٹرائک کے مالہ وما علیہ کی تفصیل پر مشتمل ہے جلدی طباعت کے لئے دعاؤں سے مدد فرمائیں۔

رسالہ حضرت والا عمت فیوضہم و دامت برکاتہم کی امت

پر خاص شفقت اور دل سوزی و ہمدردی کے ساتھ نفع رسانی کے مزاج کا آئینہ دار ہے ۔ فقط

ناشر

(مولوی) سید عبدالرحیم

مالک مکتبہ فیض اشرف جلال آباد

ضلع مظفر نگر

مسیح الامۃ حضرت مولانا شاہ محمد مسیح اللہ صاحب مدظلہٗ کی دیگر اصلاحی کتب

شریعت و تصوف مکمل

=/۱۵

ذکر النبی — الحج

=/۳ =/۳

مواعظ اول — مواعظ دوم

=/۵ =/۵

ذکر الٰہی — اصول تبلیغ

=/۳ =/۳

فضیلت علم — ختم بخاری

۳/۵۰ ۶/۵۰

ملفوظات

=/۶

ناشر

مکتبہ فیض اشرف جلال آباد ضلع مظفر نگر (یو، پی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مقاطعہ یعنی قطع تعلق کرنا جس کو آجکل کی اصطلاح میں اسٹرائک کہتے ہیں یہ کفار کا طریق ہے جس کو آج کل ہمارے مسلمان بھائی صاحبان اور بالخصوص اہل علم طلبہ نے بھی اختیار کرنا اور کفار کی نقل کرنا شروع کر دیا۔

اس اسٹرائک کی نسبت آجکل یورپ کی طرف کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ اسٹرائک کی ابتدا اہل یورپ نے کی ہے، تو اگر اس کو تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی یہ کفار ہی کا طریقہ ہوا، چونکہ اہل یورپ کافر ہیں، لیکن اگر اس کی بالکل ابتداء پر نظر کی جائے اور ٹھنڈے دل سے سوچا جائے تو دراصل اس کی بنیاد جو ڈالی ہے وہ شیطان نے ڈالی ہے اس لئے اس کا اصل بانی شیطان ہے، لہٰذا یہ اسٹرائک ایک شیطانی حرکت ہے۔

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ شیطان نے ایسا کیوں کیا، غور فرمایئے کہ یہ سوال کیوں پیدا ہوا، اس لئے کہ کسی بھی فعل کے صدور

کے لئے جیسے فاعل کا ہونا ضروری ہوتا ہے بحیثیت علتِ فاعلیہ کے اسی طرح اس صدور فعل کے لئے علتِ غائیہ کا ہونا بھی ضروری ہوتا ہے بلا علت غائیہ کے کسی فعل کا صدور نہیں ہوتا، صدور فعل سے پہلے ضرور کوئی نہ کوئی غرض وغایت ہوتی ہے، اسی کو منشارِ فعل کہتے ہیں، یہ ایک ذہنی چیز ہوتی ہے جو کہ پہلے سے ذہن میں موجود ہوتی ہے اور فعل جو کہ ایک خارجی چیز ہے اس کا صدور وظہور اس کے بعد ہوتا ہے ارتکابِ فعل سے پہلے یہ سوچا جاتا ہے کہ میں یہ کیوں کر رہا ہوں۔

یہ سب باتیں حق تعالیٰ اس وقت ذہن میں ڈال رہے ہیں، بہر حال منشارِ فعل ہر فعل کی علت غرض وغایت ذہن میں پہلے ہوتی ہے، اس کے بعد اس فعل کا صدور ہوتا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اس شیطانی حرکت اس فعلِ قبیح کی علتِ غائیہ کیا ہے، غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ اس فعلِ شیطانی کی وجہ اور علت عُجب اور تکبر تھا، اپنے کو بہتر وافضل خیال کرنا اور اپنے مقابلے میں دوسرے کو حقیر وذلیل سمجھنا تھا جیسا کہ حق تعالیٰ کے کلام میں بیان فرمایا گیا ہے۔ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ۔ دوسری جگہ ارشاد ہے قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ تو اپنے کو بڑا سمجھا،

اپنے کو افضل اور بہتر اور دوسرے کو ارذل اور کمتر خیال کیا، اپنی خوبی دیکھی اور دوسرے کی بُرائی اور عیب کو مدِ نظر رکھا، اور کسی مخلوق کی تحقیر خالق کی تحقیر ہے اور اس پر اعتراض ہے یہی راز ہے اسکی تباہی اور بربادی کا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی حفاظت میں رکھیں (آمین) شیطان کو اس کے کبر و غرور نے ایسا کردیا کہ پورے عیبوں سے بھر دیا۔

دیکھئے یہ کتنی عجیب اور کتنی بڑی بات ہے کہ اس نے یہ مقاطعہ یعنی قطع تعلق کس سے کیا اسٹرائک کس سے کی اپنے رب سے جو ہر چیز کا خالق ہر چیز کا مالک، اور پورا پورا قابض ہے، حق تعالیٰ کے فرمان نصِ قطعی کے خلاف کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ صاف صاف ایک حکم فرما رہے ہیں نص صریح اور قطعی ہے کہ آدم علیٰ نبینا وعلیہ السلام کو سجدہ کرو، مگر ایسی صریح قطعی اور یقینی بات اور احکم الحاکمین کے حکم کے مقابلے میں رائے زنی اور قیاس آرائی سے پیش آرہا ہے، مقدماتِ فاسدہ و باطلہ ملا کر تعمیل حکم سے انحراف اور اعراض و انکار کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ میں افضل ہوں، چونکہ آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور انسان کو مٹی سے پیدا کیا ہے، یعنی میری اصل آگ ایک جوہر لطیف و الطف ہے اور انسان کی اصل مٹی جوہر کثیف اور اکثف ہے تو من حیث الاصل میں اعلیٰ اور افضل ہوں، اور انسان ادنیٰ اور ارذل ہے تو میں افضل

ہوتے ہوئے مفضول کو سجدہ کیوں کروں اس میں تو سراسر میری توہین ہے، کس قدر بے ادبی سے بول رہا ہے خدا کی پناہ، اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے۔ ہر قسم کی بے ادبی اور بے احترامی اور بیباکی گستاخی سے ہمیشہ محفوظ فرمائیں (آمین)، تو اتنی زبردست حرکت کی کہ باطل مقدمات ملا کر مطالبہ کر بیٹھا اور حق تعالیٰ ہی سے مقاطعہ کر لیا۔

کہتے ہوئے ڈر بھی لگتا ہے اللّٰھم رب اغفر وارحم اور بات کہنا بھی پڑتی ہے وہ یہ کہ اس کو اتنی بھی توفیق نہیں ہوئی کہ یوں کہہ دیتا کہ چاہو کوئی بات نہیں، میں نہ سہی میرے اور آسمانی بھائی ہیں جو مجھ سے افضل و اعلیٰ ہیں کہ وہ نور سے بنائے گئے ہیں اور اپنے وجود میں مجھ سے اقدم ہیں مجھ سے پہلے پیدا کئے گئے ہیں انھیں میں سے کسی کو یہ منصب عطا فرما دیجئے، ان کو طرح طرح کی خدمات میں پہلے سے لگا بھی رکھا ہے، سب اوصاف کے جامع ہیں، مطیع اور فرمانبردار بھی ہیں اور خادم بھی ہیں، لہٰذا انھیں کو منصب خلافت و نیابت کے لئے متعین کر دیا ہوتا انھیں میں سے کسی کو منتخب فرما لیا ہوتا، انھیں میں سے کسی کو خلیفہ بنا دیا جائے گا یہ میں اپنے استحقاق سے ان کے لئے دستبردار ہوتا ہوں یا آجکل کی اصطلاح میں اپنا پرچہ واپس لیتا ہوں میں آجکل کی بولی بول رہا ہوں، ووٹ جب پڑا کرتے ہیں تو ایسے موقع

پر کہہ دیا کرتے ہیں کہ میں اپنی بات واپس لیتا ہوں یا اپنا پرچہ واپس لیتا ہوں، تو اس بھلے مانس نے اپنا پرچہ واپس بھی نہیں لیا اور اپنے سے اعلیٰ کو پیش بھی نہیں کیا کہ یوں کہہ دیتا کہ میں حسد سے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ صرف اپنی رائے کا اظہار کر رہا ہوں لہٰذا میں اس کام کے لئے ان ملائکہ کا نام پیش کرتا ہوں، تو اس کو یہ بھی توفیق نہیں ہوئی۔

چونکہ اس پر اپنی اقتدائیت کا زبردست بھوت چڑھا ہوا تھا اس لئے اُسے ادھر التفات بھی نہیں ہوا، اور حق تعالیٰ سے مقاطعہ یعنی اسٹرائک کر بیٹھا۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ استحقاق میرا ذاتی ہے میرے علاوہ کسی اور کو منصب خلافت عطا کرنا یہ ناانصافی ہے، تو شیطان نے اس طرح ذات باری تعالیٰ کو غیر عادل غیر منصف ٹھہرایا کہ یہ میرے ساتھ ناانصافی کی گئی ہے۔

جب بوڑھا ہو جاتا ہے تو عقل بھی سٹھیا جاتی ہے، بڑا جنگلی کبوتر تھا، حالانکہ اسّی ہزار برس یا ایک لاکھ برس تو عبادت کرتے ہوئے ہو گئے تھے، چونکہ جب زیادہ بوڑھا ہو کر دماغ سٹھیا جاتا ہے ٹھیک کام نہیں کرتا، چنانچہ دفاتر و محکمات کے ملازم جب ساٹھ برس کے ہو جاتے ہیں تو حکم ہوتا ہے کہ اب چونکہ زیادہ عمر کے ہو گئے، لہٰذا ان کی چھٹی کر دو، یہ اب

کام ٹھیک نہیں کرسکیں گے، اس لئے اب یہ رکھنے کے قابل نہیں رہے۔

تو بیچارے کی اتنی عقل سٹھیا گئی کہ یہ بھی نہیں سوچا کہ تو اکیلا ایک طرف ہے اور دوسری طرف لکھوکھا کروڑہا مخلوق کی رائے ہے اور کثرتِ رائے کے مقابلے میں اکیلی رائے قابلِ شمار نہیں رہتی، یہ آجکل کی بولی اور محاورہ و عرف کی رعایت سے کہہ رہا ہوں، اس کو اتنی بھی عقل نہ آئی کہ یہ میری بات انفرادی رائے اور انفرادی اجتہاد ہے اور ادھر اللہ تعالیٰ کی رائے ہے اوّل تو وہ ایک ہی کی رائے سب پر بھاری تھی، پھر اس کے ساتھ ساتھ کروڑوں خلائق و ملائک کی رائے بھی ان ہی کے ساتھ ہے تو ایک تو صدر کی رائے پھر اس کے ساتھ ایک بہت ہی بڑی تعداد کی موافقتِ رائے حاصل۔

آج کل کے کم عقلوں کے زمانے میں بھی یہ بات عام طور پر سمجھتے ہیں کہ کثرت رائے پر فیصلہ ہونا چاہیئے، گو یہ علی الاطلاق صحیح نہیں مگر جہاں صدر صحیح القول، صائب الرائے اور کمال علم و عقل کا جامع ہو، جیسا کہ یہاں یہی صورت ہے کہ حق تعالیٰ کی شان عالم الغیب والشہادہ ہے تو یقیناً حق تعالیٰ کی بات کے مقابل اور مخالف بات میں درستی کا احتمال اور وہم بھی جاری نہیں ہو سکتا، پھر مزید برآں یہ کہ لکھوکھا نوری مخلوق کی

نورانی رائے بھی حق تعالیٰ کی بات کے موافق ہے، اب تو کچھ کہنے کی بات ہی نہیں، لامحالہ اس کے خلاف رائے ظاہر الفساد اور بدیہی البطلان ہے، اس کو اتنی بھی سمجھ نہ آئی کہ سب کے سب ملائک کی رائے میرے خلاف ہے میں اکیلا رہ گیا جس سے میری رائے کا غلط ہونا ظاہر ہو رہا ہے تو لاؤ میں رائے سے رجوع کرلوں، اپنا پرچہ واپس لے لوں،

تو اوّل تو یہ رائے غلط قائم کی، پھر اس سے بڑھ کر یہ کہ اس پر جما بھی رہا، جبکہ حق تعالیٰ فرما بھی رہے ہیں کہ اسی میں خیر ہے کہ پرچہ واپس لے لے اپنی بات سے رجوع کرلے، یہاں سیاست ہے مگر چونکہ قرآن پاک کو بالعموم پوری بصیرت و وسعت نظر اور تعمق کے ساتھ پڑھا نہیں جاتا اس لئے عموماً ادھر نظر نہیں جاتی،

چنانچہ اس موقع پر دیکھئے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے استکبرت ام کنت من العالین اب دیکھئے یہ کیا چیز ہے، یہ استفہام انکاری ہے، تلقین فرما رہے ہیں کہ ایسا نہیں کہنا چاہئے ایسا خیال اپنی بڑائی اور علو کا نہیں کرنا چاہئے، یہ کیا نادانوں اور بچوں کی سی باتیں کر رہے ہو، اتنی عمر ہو کر تم کو اتنی بھی سمجھ نہیں، میں پھر کہہ رہا ہوں کہ اپنا پرچہ واپس لے لے، اپنی رائے سے رجوع کرلے، اگر گھر کی عقل نہیں تو ملائکہ کو دیکھ کر ہی عقل سیکھ لے کہ جس طرح یہ سب کر رہے ہیں کہ اطاعت حکم بجا

لا رہے ہیں، میں بھی اسی طرح حکم بجالاؤں، مجھے عقلاءِ اہل مجلس کے خلاف نہیں کرنا چاہئے۔

بھلا یہ بھی کوئی عقل کی بات ہے کہ اپنے گرد وپیش کے حالات دیکھ کر عقل وسمجھ حاصل نہ کرے اور صرف اپنے ہی تک اپنی نظر کو محدود رکھے، اور اپنے ہی خیال میں مستغرق ہوجائے، عقل کا تقاضا یہ ہے کہ اپنے اندر کے بجائے باہر کے حالات اور آفاقی امور پر بھی نظر کرے اور سمجھ جائے کہ اس وقت مجھ کو کیسا ہونا چاہئے اور کیا کرنا چاہئے۔

جیسے حضرت والا کے یہاں ایک صاحب کا واقعہ ہے بعض حضرات نے تو یہ واقعہ پہلے بھی سنا ہوگا، ان کے لئے تکرار باعثِ استحضار ہوجائیگا، اور بعض حضرات جنہوں نے پہلے نہیں سنا ان کے لئے یہ تازہ ہوجائے گا حضرت والا کے یہاں ایک صاحب جلال آباد کے خاں صاحبان میں سے مجلس میں بالکل حضرت کے سامنے ہی دیوار سے ٹیک لگاکر بیٹھ گئے، حضرت کی ان پر نگاہ پڑگئی مگر کچھ نہیں فرمایا اور نظر نیچی فرمالی، ہو قع عنایت فرمایا کہ شاید خود ہی سنبھل جائیں، مگر انھیں اس پر بھی عقل نہیں آئی، دوبارہ پھر حضرت نے دیکھا تو بھی اسی طرح بیٹھے تھے، حضرت نے پھر صرف نظر سے کام لیا اور کچھ نہیں فرمایا اب بھی اگر وہ سنبھل جاتے تو موقع غنیمت تھا، جیسے یہاں مجلس سامعین ہیں، کوئی پالتی مار کر چار زانو ہو کر

بیٹھ جائے، حالانکہ کوئی عذر اور معذوری بھی نہیں اور میں اس کی طرف دیکھوں اور وہ میرے اس دیکھنے سے متنبہ ہو جائے سمجھ جائے اور ہوشیار ہو جائے ٹھیک بیٹھ جائے تو معلوم ہوگا کہ عقل آگئی غفلت کی حالت سے نکل کر بیداری میں آگیا،

غرض وہ حضرت والا کے دوبارہ دیکھنے پر بھی نہ سنبھلے اور اپنی اسی ہیئت پر بیٹھے رہے، پھر بھی حضرت والا نے کچھ نہیں فرمایا اور اب بھی موقع دیا کہ اچھا ہے خود ہی سنبھل جائیں، حضرت نے ان سے اپنی نگاہ ہٹالی، مگر وہ اب بھی جوں کے توں رہے، تیسری مرتبہ پھر حضرت کی نظر پڑی تو وہ جس طرح بیٹھے تھے اُن کو اسی طرح بیٹھا ہوا دیکھ کر حضرت نے فرمایا کہ آپ اس طرح کیوں بیٹھے ہیں، کیا آپ آداب مجلس سے واقف نہیں، اور اگر گھر کی عقل نہیں تھی تو یہاں یہ اتنے آدمی بیٹھے ہیں ان کو دیکھ کر عقل آجانی چاہیئے تھی، کیا ان لوگوں میں کوئی اس طرح بیٹھا ہے، آپ کیوں کمر لگائے بیٹھے ہیں، ان کے منہ سے یہ نکل گیا کہ میری کمر میں درد ہے، حضرت والا نے گردن جھکائی اور اپنے قلب کی طرف توجہ فرمائی، اور ذرا ہی سکتہ کے بعد ان سے فرمایا کہ جھوٹ بولتے ہو تمہاری کمر میں کہیں درد نہیں، اتنے وثوق اور پختگی کے ساتھ فرمایا، اور فرمایا اٹھ جاؤ مجلس سے چنانچہ وہ صاحب اٹھ گئے، پھر مجلس اپنے وقت پر ختم ہوگئی۔

عصر کی نماز کے بعد جلال آباد کو واپس ہوئے، یہ واقعہ مجھ سے واپسی کے بعد تاج خاں صاحب نے بیان کیا، وہ کہہ رہے تھے کہ واپسی میں راستہ میں میں نے ان سے پوچھا دیکھو بھائی اس وقت میں ہوں اور تم ہو، اور اللہ میاں ہیں، سچ کہنا کیا تمہاری کمر میں درد تھا، کہنے لگے یار جب تو نے اللہ کا واسطہ دیدیا تو اب گنجائش نہیں رہی بھائی درد، ورد تو کہیں تھا نہیں وہ تو میں نے ایک بات بنائی تھی کہ بات چل جائے اور پیچھا چھوٹ جائے مگر بات چلی نہیں، اور شرمندگی پر شرمندگی اٹھانی پڑی۔

تو دیکھئے اس واقعہ میں حضرت والا نے کیا فرمایا ہے کہ اگر گھر کی عقل نہیں تھی تو دوسروں کو دیکھ کر عقل آجانی چاہیئے تھی تو اسی طرح شیطان کو بھی ملائک کے فعل کو دیکھ کر عقل آجانی چاہیئے تھی کہ یہ نور سے پیدا کئے گئے ہیں اور میں نار سے پیدا کیا گیا ہوں، اور نور اور نار میں بڑا فرق ہے کہاں نور کہاں نار بونِ بعید ہے نور میں جو رفعت اور بلندی ہے وہ نار میں کہاں، اور یہ سب نوری کہنا مان رہے ہیں، حکمِ خدا کے مطابق کر رہے ہیں، تو ان کو دیکھ کر میں بھی اپنی رائے سے باز آجاؤں رجوع کرلوں توبہ کرلوں چلئے میں اسٹرائک نہیں کرتا۔ حق تعالیٰ سے مقاطعہ نہیں کرتا، مگر شیطان نے ایسا نہیں کیا بلکہ اپنے آپ

کو اتنا بڑا عالم اور قانون داں سمجھ بیٹھا کہ بانی قانون کا مقابلہ کر بیٹھا اور اپنے مطالبے سے باز نہیں آیا، اس پر اللہ تعالیٰ نے ایک دم خفگی اور غصہ کرنے کے بجائے حلم و کرم اور شفقت ہی کا معاملہ فرمایا فہمائش فرمائی۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ اگر کسی چھوٹے سے غلطی ہو تو اولاً فہمائش ہی کرنا چاہیئے، یہی طریقہ تخلق باخلاق اللہ ہوگا کہ چھوٹے سے غلطی ہو رہی ہے خواہ وہ چھوٹا بیٹا ہو، شاگرد ہو یا مرید ہو شفقت کا تقاضا یہی ہے کہ پہلے فہمائش ہی کرے ناراضگی اور خفگی کا اظہار نہ کرے، ہاں اگر فہمائش کے باوجود وہ نہ سمجھیں اور اپنی غلطی اور ضد سے باز نہ آئیں اپنی بات پر ہی اڑے رہیں، خلاف وشقاق نزاع اور مقاطعہ سے باز نہ آئیں تو اب بڑے کا، ذمہ دار کا اور صدر کا کام ہوگا کہ کہدے کہ یہاں سے نکل جاؤ، اب یہاں تمہارے رہنے کا کوئی کام نہیں، جیسے حق تعالیٰ کی فہمائش پر جب شیطان اپنی اس گستاخی اور ریبا کی حرکت سے باز نہیں آیا، اور اسی پر مصر اور بضد رہا، تو اب سطوت حاکمانہ کا ظہور ہوا، اور حکم حاکمانہ صادر ہوا اُخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ یعنی چلے جاؤ یہاں سے نکل جاؤ، تم مردود و ملعون ہو، تم پر ہمیشہ ہمیش کے لئے لعنت وپھٹکار ہے۔

اب چونکہ حق تعالیٰ کا توسارا ہی عالم ہے، ارضی، سماوی، بحری، بری اس سے بالکلیہ تو خروج ممکن نہیں، لہٰذا یہاں سے نکل جانے پر بھی رہیگا تو انھیں کی حکومت میں، پھر اخراج کا کیا مطلب، نکال دینے کے کیا معنی، مطلب یہ ہوا کہ جو قرب و مرتبہ اس کو حاصل تھا، اس سے نکل گیا مرتبہ اور عزت سے گرادیا گیا، اور تمام عالموں سے بڑھ کر جو عالم بالا ہے اس سے نکال دیا گیا اور نکال کر سب سے کمتر عالم میں گرادیا گیا، یعنی دنیا میں اتار دیا گیا، اور دنیا کے بارے میں حدیث شریف میں ہے الدنیا جیفۃ ایک جگہ ارشاد ہے الدنیا ملعونۃ تو دنیا مردار اور ملعون یعنی لعنت کی ہوئی پھٹکاری ہوئی ہے تو دنیا سب سے کمتر ہے پس شیطان جو سب سے کمتر ہو گیا تھا اس کو سب سے کمتر جگہ دی گئی، پس اس کے لئے ہر طرح دُنیا ہے۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ دنیا، دنارت سے اسم تفضیل مؤنث کا صیغہ ہے، حاصل یہ کہ اسکی زندگی اسکی حالت کمتر سے کمتر اور ادنیٰ سے ادنیٰ نہایت دنی خسیس اور بد سے بدتر ہو گئی، ظاہراً بھی باطناً بھی ذہناً بھی خارجاً بھی حالاً بھی مالاً بھی کہ اس زندگی کے بعد بھی اس کے لئے ہمیشہ ہمیش دوزخ ہوگی جس کے اسفل السافلین میں اشد معذب ہوتا رہے گا کبھی مہذب نہ ہوسکے گا یعنی وہاں سے نکل کر کبھی جنت میں نہ جا سکے گا چونکہ

اس کو ایمان ہی نصیب نہیں ہوگا، صفائی باطن حاصل نہیں ہوگی۔

تو اللہ تعالی نے اس مقاطعہ واسٹرائک کرنے والے کو اپنے یہاں رہنے نہیں دیا نکال باہر کیا کہ جا اب یہاں تیرا کوئی کام نہیں، یہ جرأت، یہ بیباکی، یہ بے خوفی اس درجہ اپنی ضد اور تکبر پر اڑا ہوا ہے اور ہم سے مقاطعہ کر رہا ہے، اب اس کی انتہائی خباثت اور بدمزاجی دیکھئے اس پر بھی متنبہ اور تائب نہیں ہوا بلکہ الٹا حق تعالی ہی پر غصہ کر رہا ہے کہ نکال دینے پر بڑبڑاتا ہوا جا رہا ہے کہ اچھا میں تو اس انسان کی وجہ سے مردود و ملعون ہو ہی گیا، میں بھی دیکھ لوں گا میں نے بھی خبر نہ لی تو میرا بھی نام نہیں، اچھی طرح اس کی خبر لوں گا، میرا بھی نام ابلیس ہے اس درجہ تلبیس کروں گا کہ بھلے بُرے کو خلط ملط کر دوں گا، انسان کو راہ ملنا مشکل ہو جائے گا، میں اسے بھی تباہ کر کے چھوڑوں گا میں اپنی کرنی میں کسر نہیں چھوڑوں گا، حتی الامکان آپ کی قدر کرنے نہیں دوں گا، اور تو کچھ کر نہیں سکتا تھا بڑبڑاتا ہوا جا رہا ہے، اور اس طرح سے اپنے غصہ اور حسد کی آگ کو نکال رہا ہے۔

اس پر حق تعالی نے ارشاد فرمایا جا جا قابل تو تو اسی کے تھا کہ اسی وقت تجھے سزا دی جاتی اور تیرا تیا پانچا کر دیا جاتا اور عذاب میں مبتلا کر دیا جاتا، مگر میرے یہاں نظام ہے ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے

میرے ہاں مجرمین کی سزا کا بھی ایک وقت مقرر ہے ـــــــ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ اور ابھی وہ وقت نہیں آیا، ورنہ تجھ جیسا میرے سامنے بے پرواہ ہو کر زبان زوری کی کیا مجال رکھتا، یہ میرے حلم و کرم سے تجھ کو جرأت ہو رہی ہے۔

چونکہ میں منفعل ہستی ہوں نہیں، مجھ پر کیفیات کا طریان و سریان نہیں ہوتا، وہ تو مخلوق ہی ہے کہ جب اس کو غصہ آتا ہے تو بے قابو ہو جاتی ہے، غضب کے اور تیزی کے وقت میں وہ کچھ نہیں سوچتے اور نہ کسی کی تعذیب کا کوئی وقت مقرر کرتے ہیں نہ اپنے ہاتھ کو قابو میں رکھتے ہیں نہ زبان اور کلام کو سنبھال پاتے ہیں، جو چاہتے ہیں کہہ ڈالتے ہیں اور کر ڈالتے ہیں، اسی طرح مشتعل ہو کر قلم سے جوش میں کچھ ہی لکھ ڈالتے ہیں، مناسب، نامناسب اور موقع محل کا کوئی فرق نہیں کرتے، یہ متاثر قوم ہے، منفعل مخلوق ہے۔

مگر میرے ہاں ہر ایک چیز کا ایک نظام اور ترتیب ہے ہر کام اسی ترتیب سے ہوتا ہے میں اس کے خلاف نہیں کرتا، اس لئے تیری بڑی جرأت بڑھ رہی ہے جا جا زیادہ بکواس نہ کر چل چل دور ہو، تو نے تمہ

اورحسد میں ابھی تو بھڑاس نکال رہا ہے، وقت آنے دے سب پتہ چل جائے گا۔

یہ ہے اسٹرائک کرنے والا اور اپنی بڑائی کا خیال رکھنے والا شیطان غرض اس کو قرب اور مرتبہ سے گرادیا گیا، مکان عالی سے نکال دیا گیا، ایک ہے اخراج یہ مصدر متعدی ہے ایک ہے خروج یہ مصدر لازم ہے تو خروج نہیں ہوا یعنی شیطان خود نہیں نکلا بلکہ اس کا اخراج کر دیا گیا یعنی احکم الحاکمین کے زور حکومت سے دھتکار دیا گیا جبراً قہراً دھکے دیکر نکال دیا گیا، ارشاد باری ہے۔ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُومًا مَدْحُورًا۔ ٹھیک اسی طرح وہ طلبہ جو شیطان کے اس نقش قدم کو اختیار کرتے ہیں ان کا بھی اخراج ہوتا ہے، لہٰذا یہ اخراج سنت الٰہیہ ہے۔

تو دیکھا آپ نے سب سے پہلے اسٹرائک کس نے کی، سب سے پہلے بڑے کی مخالفت کا بیڑا کس نے اٹھایا، خود بخود اپنے کو حقدار سمجھ کر اطاعت و فرمانبرداری کو چھوڑ کر مطالبہ کس نے کیا، مقدماتِ فاسدہ کے ساتھ استدلالِ فاسد اور قیاس باطل کس نے چلایا، سطحی معلومات کے زعم اور غرور کے ساتھ دعوائے استحقاق کس نے کیا، بڑے کی مخالفت اور بغاوت بڑے کا مقابلہ کس نے کیا، بڑے کے حق میں گستاخی الزام تراشی، بیباکی اور زبان درازی سے کون پیش آیا، اپنی کمی اور کمزوری سے

قطع نظری اور بے خبری اور بڑے کی عیب جوئی، بڑے کے اوپر تنقید اور اعتراض کا آغاز کس نے کیا، جوش نفسانیت اور غلبۂ اقتداریت کا مظاہرہ کس نے کیا؟

یہ تمام کام اکفرالکفرہ وافجرالفجرہ اول الکافرین اصل الکافرین شیطان ابلیس نے کیا تھا، آجکل کی اصطلاح اور محاورہ میں یوں کہئے کہ عہدۂ خلافت ونیابت کی طلب کا پرچہ پیش کر دیا، صدر کے انتخاب امیر اور ذمہ دار کے فیصلہ کو تسلیم کر لینے کے بجائے اپنی فوقیت وافضلیت کو تسلیم کرانے کے لئے غلط اقدام کیا، اپنی افضلیت کو ثابت کرنے کے لئے دلائل پیش کئے، اور اقتداریت کا ایسا بھوت سوار ہوا کہ کچھ سوچا ہی نہیں، صحیح اور غلط حق وناحق میں خلط ملط کر دیا، یہ نہیں سوچا کہ اس میں بڑے کی بات کارد ہو رہا ہے، اور یہ بے ادبی اور گستاخی کی بات ہے۔ واقعی سچ ہے حبك الشئ یعمی ویصم یعنی کسی چیز کی محبت اور چاہ اندھا بہرا بنا دیتی ہے، پھر اس غرور وتکبر طلب جاہ کا نتیجہ بھی دیکھا گیا ہوا، حاکم اعلیٰ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس رذیل حرکت پر کیا حکم ہوا؟

یہ حکم ہوا کہ اب تمہاری سزا یہ ہے کہ تم اسفل میں جاؤ، یہاں اعلیٰ میں تمہارا کوئی کام نہیں، تم اس قابل نہیں کہ یہاں اعلیٰ میں رہ سکو۔

تم کم ظرف، بے ادب، احسان فراموش، کمینے اور نمک حرام ہو، تم نے ہمارا احسان نہیں مانا۔ ہم نے از راہ کرم تمہیں نیچے سے اوپر اٹھایا اور تربیت اور پرورش کر کے اس مرتبہ پر پہنچا دیا، تو اس احسان پر احسانمند تو کیا ہوتا اور الٹا ہم پر غرانے لگا، ذرا عبادت کر کے گویا ہم پر اپنا احسان سمجھنے لگا، حالانکہ یہ بھی تجھ پر ہمارا ہی احسان تھا کہ ہم نے توفیق دی، ورنہ تیری کیا مجال تھی۔

ہمارے احسانات پر تجھے چاہیئے تو یہ تھا کہ اپنی عبادت میں نقص محسوس کرتا، اپنے اخلاص کی کمی کو سمجھتا نہ کہ اور اس ریائی عبادت کو اپنی نگاہ میں لاکر عجب و تکبر میں آگیا اور اکڑنا شروع کر دیا، تخیلات فاسدہ اور تصورات بیہودہ میں لگ گیا، عقل و شعور ادراک و احساس ہوش و حواس سب کھو بیٹھا، اور اول فول بکنے لگا اور اکڑنا اترانا اختیار کرلیا، یہ نہیں سوچا کہ میں کلام کس سے کر رہا ہوں، ذرا جھجک نہیں ہوئی اس قدر جری اور دلیر ہو گیا۔ ہماری عظمت و احترام کا کچھ اثر نہیں لیا باوجود ہمارے مربی اور محسن ہونے کے ذرا بھی ہم سے حیا نہیں کی۔ دریدہ دہنی اور منہ زوری پر اتر آیا۔

لہٰذا جا تو اب ہمارے یہاں بھی ذلیل بے قدر اور مردود ہو گیا، اور ہماری مخلوق کی نظر سے بھی گر گیا، ملائکہ تو ملائکہ مٹی سے بنائی ہوئی

مخلوق جو تیرے نزدیک ارذل ہے وہ بھی تجھے ذلیل سمجھے گی، ان کے یہاں بھی تیری قدر نہیں ہوگی، کوئی تجھے معزز و محترم نہیں سمجھے گا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے فَاخْرُجْ إِنَّكَ مِنَ الصَّاغِرِينَ دوسری جگہ ارشاد ہے وَمَنْ يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُكْرِمٍ۔ اسی کا ترجمہ شیخ سعدیؒ کا یہ شعر ہے۔ ؎

عزیزیکہ از درگہش سر بتافت ❊ بہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت

اور جب تک لوگ بے قدر سمجھیں گے تجھ سے نفرت کرتے رہیں گے اور تجھ سے بے تعلق رہیں گے، اسی وقت تک ان کی خیر رہے گی، اگر ان میں سے کوئی تیری قدر کرے گا اور تیری پیروی کرے گا وہ بھی تیرے ہی ساتھ اور تیرے ہی خانہ میں شمار کیا جائے گا، جو تیرا حشر ہوگا وہی اس کا بھی ہوگا، ارشاد باری تعالیٰ ہے قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُومًا مَدْحُورًا لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ أَجْمَعِينَ دوسری جگہ ہے لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ ۔

اب تو آپ سمجھے کہ مقاطعہ یعنی اسٹرائک کی بنیاد کہاں سے پڑی، لوگوں کی زبان پر یورپ ہے کہ یورپ سے اسٹرائک چلی، یہ یورپ کی ایجاد ہے، اور فی الحقیقت اس کا موجد اول یورپ سے بھی ہزاروں سال پہلے ہو گذرا یعنی شیطان اس ایک کافر نے

اول اس کی بنیاد ڈالی تھی، اس نے اپنے بڑے کا مقابلہ اور اس سے مخالفت و مقاطعہ کیا تھا، یہ شیطان کافر ہی تو تھا چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہے وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ اور تھا وہ کافرین میں سے، اور بعض مفسرین نے یہاں کَانَ کو معنی صَارَ لیا ہے، مطلب یہ ہے کہ وہ اس بیہودہ حرکت، اس انکار حکم قطعی سے کافر ہو گیا۔

لیکن جب کسی لفظ کے حقیقی معنی بن سکتے ہوں تو اس کے غیر حقیقی معنیٰ مراد لینے اور ظاہری معنیٰ سے صرف نظر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ الحاصل مطلب اس آیت شریفہ کا یہ ہوا کہ شیطان پہلے ہی سے کافرین میں سے تھا، رہی اس کی عبادت سو وہ محض ظاہری اور ریائی تھی اس میں اخلاص نہ تھا، کفر و نفاق بھرا ہوا تھا، اگر اخلاص ہوتا تو اس کفر کا ظہور کیوں ہوتا،

اسی طرح جو واقعی طور پر اور اخلاص کے ساتھ طلب علم میں مشغول ہو گا، اس کو مقاطعہ و اسٹرائک سے کیا مطلب، اگر اس نے ایسا کیا تو معلوم ہو گا اور ظاہر ہو جائے گا کہ وہ پہلے ہی سے طالب علم نہیں تھا، اسی لئے تو حضرت والا نے خلاف تقویٰ بات ہو جانے یعنی چوری کرنے پر فرمادیا تھا کہ طالب علم چوری نہیں کرتے چور طالب علمی کرتے ہیں،

بات یہ چل رہی تھی کہ شیطان کی عبادت میں اخلاص ہوتا تو اس

کفر کا ظہور کیوں ہوتا، جو اندر رہتا ہے وہی ٹپکتا اور باہر نکلتا ہے۔ کل اناء یترشح بما فیہ، سقاوہ یا حمام سے ٹونٹی کھلنے پر وہی تو نکلے گا جو اس کے اندر ہوگا، اب تک موقع نہیں آیا تھا اس لئے اس اندر کی چیز کا ظہور نہیں ہوا تھا، اب جب موقع آیا تو جو اندر طبیعت تھی وہ کھل کر رہی طبیعت کفر کی تھی اسی کفر کا ظہور ہوا۔

بڑے ڈر کی بات ہے کہتے ہوئے ڈر لگتا ہے، میں کسی کی حقارت نہیں کرتا، ڈرتے ہوئے بھی بات تو کہنا ہی پڑتی ہے جب موقع آتا ہے کفار کو بھی کہنا ہی پڑتا ہے، اپنے کو افضل و اعلیٰ نہ سمجھتے ہوئے بقاء نظام اسلام و ہدایت و حفاظت کی غرض سے مؤمنین کے ایمان کی حفاظت کے لئے کہنا ضروری ہوتا ہے، اس لئے کہنا تو پڑتا ہے مگر کہنے والے کو خود اپنے آپ کو مخاطب رکھنا چاہیے یہ نہیں کہ محض دوسروں کے لئے ہی سنا رہے ہیں۔

غرض اسٹرائک کی جو بنیاد قائم ہوئی تھی تو وہ کافر سے ہوئی۔ تو اسٹرائک کفر فعلی ہوا، آج کی اسٹرائک اور اس اسٹرائک میں بس اتنا فرق ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں نص قطعی کے انکار کی صورت میں ہوئی اس لئے اس پر کفر کا فتویٰ متعین ہے، اور آج جو اسٹرائک ہوتی ہے اس میں مثلاً طلبہ کا اساتذہ سے مقاطعہ ہوتا ہے اس میں گو

کفر کا فتویٰ نہ ہوگا مگر فسق کا ضرور ہوگا۔

الحاصل یہ مقاطعہ، اسٹرائک، تو آسمان پر ہوا، آسمان سے نیچے اتر آنے کے بعد شیطان نے انسان کے ساتھ عداوت کرنا جو طے کیا تھا، اب اس دھن میں لگ گیا کہ جس طرح بھی ہو انسان کی اس تکریم و تعظیم کو ضائع کر دیا جائے جس کے سبب میں راندۂ درگاہ ہوا ہوں، تاکہ میری طرح اس کا بھی کام خراب ہو، اور اس کا قرب و قبول برباد ہو، اس لیے جہاں سے جس سبب سے جس جرم سے خود پر تباہی آئی تھی اسی نوعِ نفسانیت میں حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ و السلام کی اولاد کو مبتلا کر دینے کی ٹھان لی، شیطان بھی حسد و تکبر کی باطنی نجاست میں ملوث ہو کر نافرمانی مخالفت امرِ الٰہی اور حکم عدولی کا مرتکب ہوا تھا، اور مخالفت و عناد ضد اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا تھا، اسی حسد اور تکبر کو حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے قابیل نے اپنے نفس اور شیطان کی تسویل و تضلیل سے اختیار کیا اور حکم الٰہی کے خلاف پر مصر و بضد ہوا، تو یوں کہیے کہ دنیا میں انسانی سلسلہ شروع ہونے کے بعد سب سے پہلا مقاطعہ پہلی اسٹرائک قابیل نے کی تھی۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ حضرت حوا علیٰ نبینا و علیہا السلام کے

ہر بطن سے ایک لڑکا ایک لڑکی پیدا ہوتے تھے، تو ایک بطن کی اولاد دوسرے بطن کی اولاد سے نکاح کر دی جاتی تھی، بطن واحد سے لڑکے لڑکی کا آپس میں نکاح نہیں ہوتا تھا، تو فرق صرف بطن کا کیا جاتا تھا، یہ سب وحی الٰہی اور حکم الٰہی سے تھا۔

غرض اسی سلسلہ میں ایک بطن سے قابیل اور اس کے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی اور دوسرے بطن سے ہابیل اور ایک لڑکی، مگر جو قابیل کی بہن تھی وہ نہایت خوبصورت نہایت حسین و جمیل تھی، اس لئے قابیل اس کے حسن پر کھیل گیا، اس پر فریفتہ ہو گیا، اس سے نکاح ہونے کو اپنا حق سمجھا اور اس سے نکاح کا مطالبہ اور تقاضا کیا کہ یہ میرا مطالبہ ہے، ابا جان کو میرا مطالبہ پورا کرنا ہوگا یا تو میرا نکاح اس سے ہو، ورنہ ہابیل تم کو بلا قتل کے چھوڑوں گا نہیں، تو جب وہ ہوں گے ہی نہیں تو میرا ہی نکاح ہوگا، تو باپ سے بھی مقاطعہ کیا اور بھائی سے بھی مقاطعہ کیا، ادھر نص قطعی کے خلاف کیا، چونکہ نص آچکی تھی کہ بطن واحد سے ہونے والے لڑکے لڑکی کا آپس میں نکاح حرام ہے مگر قابیل نہیں مانا اس نے ہابیل کو قتل کر ہی دیا۔

ہابیل تھا بڑا پکا صوفی، بچے بھی (نوجوان طلبہ) کہتے ہوں گے کہ یہ باتیں کہاں سے نکال رہے ہیں، جی ہاں یہ باتیں قرآن کی آیتوں سے

بالکل صاف طور پر ثابت اور واضح ہیں۔
چنانچہ ارشاد ہے مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْكَ لِاَقْتُلَكَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ کہ میں اپنا ہاتھ تمہاری طرف مدافعانہ قتل کے لئے بھی نہیں بڑھاؤں گا، چونکہ یہ قتل کا فعل حرام ہے اس کا ارتکاب کرنے میں خدا تعالیٰ ناراض ہوں گے میں تو اللہ رب العلمین سے ڈرتا ہوں، میری ہمت نہیں کہ ان کی ناراضگی اور غصہ و غضب کا کام کروں۔
غرض تم چاہے مجھ کو قتل کر دو، مگر میں مقابلہ و مدافعہ کے لئے بھی ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا، یہ تصوف کی شان تھی سمجھے مولوی صاحبان، نرا مولوی ہونا کافی نہیں، شاہ عبدالعزیزؒ کے نواسے شاہ یعقوب صاحبؒ اور شاہ اسحٰق صاحبؒ تھے، ان میں شاہ اسحٰق صاحبؒ میاں صاحب کر کے مشہور تھے، ان کی یہ عادت تھی کہ جب کسی ضرورت سے بازار جانا ہوتا تو رقم کی پوری تھیلی اٹھا کر ساتھ لے جاتے، دکان سے جو کچھ خریدنا ہوتا خرید لیتے اور دام دینے کے لئے پوری تھیلی کو الٹ دیتے ان میں سے سودے کی قیمت نکال کر دکاندار کو دیدیتے، پھر باقی اسی تھیلی میں واپس ڈال لیتے، ایک دفعہ جبکہ مدینہ منورہ میں آباد تھے ایک چور پیچھے لگ گیا، یہ نہیں کہ مکہ مکرمہ میں اور مدینہ طیبہ میں چور رہتا ہی نہیں

وہاں بھی چوری کرنے والا پایا جاتا ہے۔

غرض میاں صاحب تھیلی ہاتھ میں لٹکائے چلے جارہے تھے کہ ایک گلی میں مڑتے ہوئے چور نے ادھر اُدھر دیکھا کہ کوئی آس پاس تو نہیں جب دیکھا کہ نہیں ہے تو جھٹکا مار کر میاں صاحب کے ہاتھ سے تھیلی لے لی، میاں صاحب نے مڑکر دیکھا بھی نہیں، چونکہ پکے صوفی تھے تجلی افعالی کا ان پر غلبہ تھا، اب تجلی افعالی کس کو کہتے ہیں اس کو اگر سمجھاؤں بھی تو سمجھ میں آئے گا نہیں، اس لئے بس سن لیا جائے چاہے سمجھ میں آئے یا نہ آئے تو میاں صاحب سیدھے اپنے گھر چلے گئے، اب یہ چور اپنے گھر جانا چاہتا ہے مگر اس کو راستہ نہیں ملتا، آخر کار تھک تھکا کر میاں صاحب کے مکان پر آیا اور آواز دی، میاں صاحب، میاں صاحب، اندر سے جواب نہیں آتا جب زیادہ شور مچایا تو لوگ جمع ہو گئے پوچھا کہ کیا بات ہے کہنے لگے اس مالکِ مکان کی تھیلی ہے میں دینا چاہتا ہوں اور یہ نہیں لیتے، لوگوں نے بھی ان کو بلانے کے لئے آوازیں دیں خیر وہ تشریف لائے۔

لوگوں نے عرض کیا کہ میاں صاحب یہ آپ کی تھیلی ہے یہ آپ لے لیجئے یہ شخص دینا چاہ رہا ہے، میاں صاحب نے فرمایا کہ یہ تھیلی میری نہیں ہے، چور نے کہا نہیں حضرت آپ کی ہی ہے، مجھ سے غلطی

ہوگئی، میں اپنی غلطی کی معافی چاہتا ہوں۔

میاں صاحب نے جواب دیا کہ نہیں یہ تھیلی میری نہیں اس لئے کہ جب اس نے مجھ سے چھین لی تو اس پر اس کا قبضہ ہو گیا، رہی ملک سو میں نے اسی وقت ان کو ہدیہ کی نیت کر لی تھی، جب میں نے ہدیہ کر دیا تو یہ اس کا مالک ہو گیا، اب میری کہاں رہی، چور نے کہا کہ جب آپ کو مجھ سے لینا نہیں ہے تو آپ میرے لئے دعا فرما دیجئے کہ گھر کا راستہ مل جائے، فرمایا اچھا راستہ مل جائے گا، چنانچہ میاں صاحب نے دعا کی چور کو راستہ مل گیا وہ گلی سے نکل کر اپنے گھر چلا گیا، یہ تصوف کے اثرات ہیں مولویت کے نہیں، تو شاہ اسحٰق صاحبؒ اپنے گھر چلے گئے، یہ بہت بڑے عالم تھے سلسلہ سند بخاری ان کا نام آتا ہے، انھوں نے اپنی تھیلی جو اس چور کو دیدی تو کیا یہ بھوکے مر گئے، نہیں نہیں اللہ تعالیٰ دینے والے ہیں۔

یہ بات ہابیل کے صوفی ہونے پر چلی تھی کہ کیسے پکے صوفی تھے کہ اپنے قتل کی روک تھام نہیں کی، قابیل نے ان کو مار دیا وہ شہید ہو گئے، ادھر قابیل کا دماغ خراب ہو گیا، کیوں اور کیا خراب ہو گیا، اس کو پھر کسی مجلس میں بیان کروں گا۔ بہر حال مقاطعہ یعنی اسٹرائک حرام ہے، یہ کفار کا طریق ہے، کفر کی نقل ہے۔ اچھا خدا حافظ۔

مجلس شریف یوم دوشنبہ ۳۰ ۳/۹۶ھ بعد العصر

ارشاد فرمایا، کل مقاطعہ واسٹرائک کی بات چل رہی تھی، سو یہ گناہ کبیرہ ہے، فسق ہے، کفر کا شاخسانہ، کفر کی فرع ہے، کفر کی جھلک لیے ہوئے ہے، اس میں کوئی تردد کی بات نہیں، آیات واحادیث اس کی دلیل ہیں۔

اور حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں جو مخاصمہ ومقاطعہ شیطان ابلیس کی طرف سے ہوا تھا، اس کو حق تعالیٰ نے اس آیت شریفہ میں ذکر فرمایا ہے مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَإِ الْأَعْلَىٰ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ○ آگے ارشاد ہے إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ طِينٍ ○ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ ○ فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ○ إِلَّا إِبْلِيسَ اسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ ○ کہ جب رب حقیقی خالق برتر نے حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو خلیفہ بنا کر اپنا نائب اور عالم کا ناظم ومنتظم ومتصرف بنا کر ان کو تسلیم کرنے اور تعظیم وآداب شاہی بجالانے کے لیے ان کے سامنے سر تسلیم خم کرنے یا ان کو قبلہ سجود بنانے کا آسمانی مخلوقات

ملائک وجن کو حکم فرمایا جیسا کہ سلاطین کا دستور ہے کہ جب کسی کو اپنا ولیعہد مقرر فرماتے ہیں تو ارکان دولت کو ان کے سامنے نذریں پیش کرنے سلام ونیاز وآداب بجالانے کا حکم فرماتے ہیں تاکہ کسی کو سرتابی کی گنجائش نہ رہے اس کی بزرگی وبڑائی اور سرداری وسرفرازی سب کو مسلّم رہے، ملک میں نظام اور امن قائم رہے، شروفساد نہ آئے۔

توحق تعالیٰ کے اس تعظیم بجالانے کے حکم فرمانے پر تمام ملائک تو تعمیل حکم بجالائے اور تسلیم وتعظیم کو اختیار فرمایا، مگر شیطان نے تسلیم وتعظیم سے انکار کر دیا، گویا خدا تعالیٰ کے ان کو خلیفہ بنانے اور ناظم انتخاب فرمانے پر معترض ہوا کہ ہماری سمجھ میں یہ آپ کا نظام نہیں آیا کل کے بچہ کو خلیفہ بنا دیا اور ہم عمر رسیدہ ہیں، اتنے دنوں سے یہاں خدمت انجام دے رہے ہیں یعنی عبادت وطاعت فرمانبرداری میں لگے ہوئے ہیں۔ ہماری کارگزاری نمایاں ہے اس لئے ہمارا استحقاق تھا کہ ہم کو خلیفہ بنایا جاتا، یہ کل کے بچے جن کا نہ کوئی کام سامنے آیا نہ خدمت ان کو ہمارے اوپر ترجیح اور فوقیت اور سرداری، عہدۂ نظامت و حکومت دیا جانا۔ ہمیں ان کے تابع وماتحت بنانا، ان کو ہمارا بڑا بنا دینا یہ کہاں کا انصاف ہے، یہ تو کھلا خلاف عقل، خلاف انصاف ہے، اس لئے اس کو تسلیم نہیں کیا جاسکتا ہمیں یہ بات بالکل منظور نہیں،

غرض شیطان نے حکم الٰہی سے سرتابی و حکم عدولی اور نافرمانی و فسق اختیار کیا جیسا کہ ارشاد ہے فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّہٖ فاسق ہو گیا، فاسقوں کی جو حالت ہوتی ہے اور جوان کے کام ہوتے ہیں، اس کو دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے وَمَا یُضِلُّ بِہٖ اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ الَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَھْدَ اللّٰہِ مِنْ بَعْدِ مِیْثَاقِہٖ وَیَقْطَعُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖ اَنْ یُّوْصَلَ وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ۔ کہ فاسق لوگ، گمراہ ہوتے ہیں اعمال بد اور اخلاق ذمیمہ میں بڑھتے چلے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہدوں اور معاہدوں کو توڑتے رہتے ہیں، اور یہ فاسقین ہر اس رشتہ اور تعلق کو کاٹتے ہیں جس کے جوڑے رکھنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے یعنی تمام تعلقات شرعیہ انعقاد و اہتمام کے مستحق ہیں مگر فاسقین اللہ کے اور بندوں کے حقوق کی اپنی نفسانیت اور ذاتی منفعت و مصلحت کے مقابلہ میں پرواہ نہیں کرتے ان حقوق و تعلقات کو قطع کرتے اور ترک کر دیتے ہیں، اسی طرح فساد پھیلانے میں بھی سرگرم ہوتے ہیں، یعنی علماء صلحاء امت کے عیوب نکالتے پھرتے ہیں اور تشہیر کرتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ اسٹرائک میں یہ سب کام خوب انجام دیئے جاتے ہیں اور یہ سب کام شیطانی ہیں، چنانچہ جب اس نے اپنی توقع و تمنا کے

خلاف حضرت آدم علیہ السلام کو منصب خلافت وعہدۂ نظامت سے سرفراز دیکھا تو آگ بگولہ ہو گیا اور جوش غضب و آتش حسد میں جل بھن گیا طیش میں آگیا، اور رائے قائم کرنے میں تیزی اور گرم جوشی جلد بازی کی، مزاج میں حدت آگئی اور اعتدال سے باہر ہو گیا اور عیب جوئی وعیب گوئی کا مظاہرہ کرنے لگا کہ کیا میں مٹی کے بنائے ہوئے پتلے کو سجدہ کروں، میں ہرگز اس سڑے ہوئے بدبودار گارے سے بنے ہوئے کو سجدہ نہیں کروں گا، آپ نے اس میں کیا خوبی دیکھی، کوئی خوبی اس میں نہیں پھر یہ کیسے مستحق خلافت ہوا ہے، یہ تو ارذل چیز کی پیداوار ہے اور میری خلقت اشرف چیز سے ہوئی ہے خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَہٗ مِنْ طِیْنٍ۔ تو غصہ میں عیب نکالتا اور تحقیر کرتا چلا گیا اور اپنا فضل و کمال اپنا استحقاق پُرزور طریقہ پر بیان کیا، اور یہ سب کچھ اپنے زعم وخیال اور بھڑک واشتعال کا اثر تھا۔

بھلا جوش اور غصہ وغضب اور کبر وحسد میں کہیں عقل درست رہتی ہے؟ وہ تو مغلوب ہو جاتی ہے، پھر کسی شئی کے تمام پہلوؤں پر نظر کرنا اور راجح و مرجوح میں امتیاز و فرق کرنا اور صحیح نتیجہ پر پہنچنا کیسے ہو سکتا ہے، حالانکہ حضرت آدم علیہ السلام کے معاملہ میں اور بہت سے پہلو تھے جن میں غور کرنا اور ان کو پیش نظر رکھنا ضروری تھا، چنانچہ ظاہر ہے

کہ خدا تعالیٰ نے انہیں اپنے دستِ خاص سے، اپنے دونوں ہاتھوں یعنی عنایت خاصہ اور پوری توجہ سے خلق فرمایا اور بنایا تھا جس سے ان کا ظاہر و باطن نہایت درجہ اتم و اکمل اور احسن و اشکل ہو گیا تھا اسی کو حدیث پاک میں فرمایا گیا ان اللہ خلق آدم علیٰ صورتہٖ ای مظہر ہا اپنی قدرت و تدبیر کا اپنی صفات کا مظہر اتم اور اکمل نمونہ بنایا تھا، ان کے اندر خاص روح ربانی ڈالی تھی، حضرت آدم علیہ السلام میں وہ صلاحیت و قابلیت اور استعداد تام و کامل ودیعت فرما دی تھی جس سے فیوض الٰہی کا وہ مورد و محل اس درجہ بن گئے تھے کہ جمیع خلائق و ملائک میں کوئی بھی ان کا ہمسر نہیں تھا، اس لئے وہ مقبولِ الٰہ بن گئے تھے، مگر شیطان تکبر و حسد میں اندھا ہو گیا تھا، اس نے یہ چیزیں نہیں دیکھیں اس لئے تنقیص و تعییب ہی کا مظاہرہ کیا، اور بدگمانی و بدزبانی میں لگ گیا، عیبوں اور کمزوریوں پر نگاہ کی، محاسن و صفات و کمالات کو نظر انداز کیا، اور یہ نہ خیال کیا کہ کچھ بھی ہو بڑے کا حکم ہے جو میرے محسن و مربی میرے آقا اور مالک ہیں،

بس جوش نے ہوش گم کر دیا تھا، اس لئے مباحثہ و مناظرہ کا طریق اختیار کیا، محض رائے زنی اور اپنی عقل فاسد سے اپنے بڑے کا حکم رد کر دیا حالانکہ اس کی عقل و رائے فاسد تھی، یہ بھی نہیں دیکھا کہ جو بڑے اور اعلیٰ

ہیں نورانی ہیں، یعنی ملائک جب وہ بھی تسلیم کر رہے ہیں تعظیم بجالا رہے ہیں، تو اب بالکل مجھے انکار و انحراف کی گنجائش نہیں۔

معلوم ہوا کہ نفسانیت پر اتر آنے کے بعد کوئی چیز مفید و مؤثر نہیں ہوتی، گھر کی عقل بھی رخصت ہو جاتی ہے، چنانچہ شیطان ابلیس جب نفسانیت کا شکار ہوا تو پھر خود تو کیا سنبھلتا، غور و فکر اور سوچ سے کیا کام لیتا، حق تعالیٰ نے بھی متعدد طرق سے فہمائش فرمائی، منجملہ طرق افہام یہ بھی ارشاد فرمایا اِسْتَکْبَرْتَ اَمْ کُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ کہ کیا تو نے اپنے کو بڑا خیال کر لیا یا بڑائی حاصل کرنا چاہی تھی اپنے کو خلافت کا مستحق سمجھا تھا جس کے حاصل نہ ہونے پر غصہ میں اگر ہمارے حکم سے سرتابی کی یا تو پہلے ہی سے بڑے درجہ والوں میں ہے، اس لئے تیرے نزدیک ہمارا یہ حکم کرنا آدم کو سجدۂ تعظیم کرنے کا مناسب نہ تھا اس لئے اس میں اپنی توہین و تحقیر خیال کی، اس تشقیق و تردید سے غور و فکر سے کام لینے کی طرف متوجہ فرمانا تھا اور مقصود تلقین تھی کہ یہ تیرا محض خیال ہے کہ اپنے کو افضل اور بڑا و بہتر سمجھ بیٹھا، خام خیالی میں مبتلا ہو گیا غرور اور دھوکہ میں آگیا۔

غرض حق تعالیٰ نے فہمائش فرمائی کہ میرے حکم کے بعد تم کو رائے زنی نہیں کرنا چاہیئے، حکم تو میں دے رہا ہوں اور تم میرے چھوٹے ہو

تو میری کبریائی، میری عظمت و بڑائی اور میرے علم محیط و حکمت پر نظر کرنے کے بعد ذہن میں کوئی سوال اور اپنی بڑائی کے وہم و خیال کی گنجائش ہی کب ہے۔

میرے احکم الحاکمین، سلطان السلاطین اور خالق و مالک اور رازق و رب العالمین ہونے کو اور میری قدرت عظیمہ کو دیکھو تو تمہاری سب خام خیالیاں اور ناگواریاں دور ہو جائیں گی، گویا ایک دم عتاب اور غصہ و غضب کا اظہار نہیں فرمایا جا رہا۔ بلکہ بڑا جو ہوا کرتا ہے وہ وسیع الظرف اور صاحب حوصلہ ہوتا ہے وہ چھوٹے کی غلطی پر یک بیک مواخذہ نہیں کیا کرتا مہلت دیا کرتا ہے، حلم و کرم اور رحمت و شفقت کا معاملہ کیا کرتا ہے، اول تعلیم و تلقین کیا کرتا ہے۔

اب اگر چھوٹے میں شرافت ہوتی ہے صلاحیت ہوتی ہے، اور اس صلاحیت سے کام لیتا ہے تو اس لطف و کرم کے برتاؤ سے متاثر ہوتا ہے اثر لیتا ہے اور اپنی غلطی پر نادم ہو جاتا ہے، غلطی اور قصور کا اقرار و اعتراف کر لیتا ہے اور باز آ جاتا ہے، جیسے حضرت آدم علیہ السلام کی چوک پر حق تعالیٰ نے فہمائش فرمائی تو شرافت و صلاحیت سے قصور اعتراف کیا اور عجز و انکسار، توبہ و استغفار اور رجوع و انابت اختیار کیا، اس پر پیار اور قبولیت اور رفعت و ترقی ہوئی۔ اور اگر

شرافت وصلاحیت ختم ہوچکی، خبث باطنی وزیغ قلبی سے پیش آیا، اور سمجھنے، رجوع کرنے، تائب ہونے کے بجائے ضد وعناد ہٹ دھرمی پر آجائے گا، ایسا شخص بڑے کی فہمائش سے متاثر نہیں ہوتا، بلکہ اور بگڑنے اکڑنے پر اتر آتا ہے، جن نفسانی روگوں، اور باطنی خباثتوں کے سبب بدفہمی، کج روی، گمراہی، بدگمانی، بدزبانی، بے توقیری، بے احترامی، بے ادبی گستاخی، جرأت بیجا اور بیباکی بڑھتی چلی جاتی ہے، انھیں میں سے ایک تکبر ہے، حسد بھی اسی سے پیدا ہوتا ہے، حاسد سمجھنے کا ارادہ بھی نہیں کرتا فہم سے دور بھاگتا ہے۔

چنانچہ امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ حاسد کو سمجھانے کی کوشش میں وقت برباد نہ کرنا وہ بالکل نہیں سمجھے گا بلکہ اس کی دشمنی اور بڑھتی چلی جائے گی، چنانچہ شیطان کو بھی حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ السلام سے تکبر کے سبب حسد ہوگیا تھا، اس لئے حق تعالیٰ کی فہمائش پر بھی اس نے مطلق التفات نہیں کیا، اسی نفسانیت اور خبث باطنی میں ملوث رہا باز نہیں آیا، آخر اسی انکار واستکبار اور نص صریح کے استقباح واستخفاف اور حکم الٰہی کو خلاف حکمت ومصلحت قرار دینے اور بحث مباحثہ اور مناظرہ ومجادلہ کی ٹھان لینے، اپنی غلطی کا اعتراف نہ کرنے، برابر ضد وعناد پر تلے رہنے کے سبب غیرت خداوندی سے زجر ہوا، اور موقعہ محل اور

مخاطب کے مزاج کے بالکل موافق و مناسب، قہر و غضب آمیز سخت کلام ہوا جس سے شیطان پر پھٹکار پڑی مردود ہو گیا، قرب الٰہی و رحمت کے مقام سے نکال دیا گیا، مرتبہ سے گرا کر ذلت کے گڑھے میں پھینک دیا گیا، حالانکہ باختلاف روایات ایک لاکھ یا اسی ہزار برس سے داخل مقرباں تھا، جب تکبر و عناد پر آگیا جو کہ نہایت درجہ حرکت شنیعہ ہے تو اخراج کر دیا گیا، یہی وہ سنت الٰہیہ ہے کہ بعض مہتمین طلبہ کی شناعت و شرارت پر مدرسہ سے خارج کر دیتے ہیں۔

اب غور کر لیا جائے کہ جو جو اخلاق اور اقوال و افعال اور طرق شیطان نے صدر اعلیٰ اور ذمہ دار حقیقی کے نظام و انتظام و انتخاب پر محض اپنی ذاتی منفعت اور مصلحت کی توقع کے خلاف اور اپنی رائے و عقل، اپنی سمجھ اور پسند کے خلاف پیش آجانے پر کئے، اسٹرائک والے وہی سب کچھ کرتے ہیں یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ یہی سب کچھ کرتے ہیں تو اسٹرائک لامحالہ فعل شیطانی، حرکت نفسانی، فاسقانہ فعل ہوا، اور پوری ہوا پرستی جو کہ غیر اللہ کے ساتھ معبودیت کا برتاؤ بے چوں و چرا حکم نفس کی پوری اطاعت ہے، اسی لئے حق تعالیٰ نے ہوائے نفس کو اپنا الٰہ اور معبود قرار دے لینا فرمایا ہے ارشاد ہے اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ اور غیر حق کو معبود بنانا شرک ہے، اس لئے یہ مشرکانہ حرکت بھی ہے۔

چنانچہ فرمایا وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ لَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ کہ نماز قائم کرو، اور مشرکوں میں سے مت بنو یعنی نماز چھوڑ کر، حدیث میں بھی وارد ہے بین الرجل و بین الشرك والكفر ترك الصلوٰة اسی طرح اور بھی آیات و احادیث ہیں جن سے ثابت اور ظاہر ہوتا ہے کہ نماز نہ پڑھنا مشرکانہ فعل اور کفار کا شعار ہے جو کہ خالق برتر سے مقاطعہ ہے۔

منجملہ احادیث ایک حدیث تو اس باب میں مشہور اور صریح ہے ارشاد نبوی ہے من ترك الصلوٰة متعمداً فقد كفر کہ جس نے قصداً نماز ترک کی اس نے کفر کیا، یہ اس لئے فرمایا کہ نماز رب اور بندے کے درمیان ایک وُصلہ اور تعلق ہے، اس لئے اس کو ترک کرنا رب سے قطع تعلقی اور مقاطعہ کرنا ہے، اور یہ کافرانہ حرکت ہے، معلوم ہوا کہ مقاطعہ، بائیکاٹ، اسٹرائک کفری چیز ہے، ظاہراً اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قصداً نماز چھوڑنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے، اسی بنا پر علمار محققین ائمہ مجتہدین میں سے ایک جماعت اسی کی قائل ہے کہ عمداً ترک صلوٰۃ کرنے والا شخص کافر ہے۔

وہ تو امام اعظمؒ باریک بیں ہیں، ان کی نظر معانی نصوص میں دور تک کام کرتی ہے اور بڑی صحیح ہوتی ہے نصوص کی آخری تہ تک پہنچتی

ہے، سب سے زیادہ فقیہہ ہیں، عمر میں بھی سب سے بڑے ہیں چنانچہ امام مالکؒ امام اعظمؒ سے عمر میں پندرہ برس چھوٹے ہیں اور امام شافعیؒ تو بہت ہی بعد کے ہیں، امام صاحبؒ کے اعتبار سے بالکل بچے ہیں، امام محمدؒ کے شاگرد ہیں، امام اعظمؒ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ اور امام بخاریؒ تو بہت ہی بعد کے ہیں بچوں کے بچے ہیں، شاگردوں کے شاگرد در شاگرد ہیں۔

امام بخاریؒ کے بہت سے اساتذہ امام اعظمؒ کے شاگرد ہیں چنانچہ امام بخاریؒ کے استاذ عبداللہ بن مبارکؒ ہیں اور عبداللہ بن مبارکؒ امام اعظمؒ کے شاگرد ہیں، اسی طرح امام بخاریؒ کے استاذ یحییٰ بن قطانؒ ہیں اور یہ امام اعظمؒ کے شاگرد ہیں، غرض امام بخاریؒ کا سلسلہ سند امام اعظمؒ پر پہنچتا ہے۔

بہرحال امام اعظمؒ چونکہ نہایت وسیع العلم اور صحیح الفہم عمیق الفکر دقیق النظر ہیں بڑے باریک بیں دور بیں اور تہ نشیں ہیں، اول وہلہ ہی کہیں سے کہیں گہرائی میں پہنچ جاتے ہیں بالکل تہ تک پہنچ جاتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منشار کو باریک بینی کے ساتھ نہایت صحیح سمجھتے ہیں، نصوص میں آپ کی بڑی گہری نظر ہے۔

اس لئے یہ الگ بات ہے کہ اس حدیث شریف من ترک الصلوٰۃ

متعمداً افقد کفر سے تارک صلوٰۃ پر آپ نے فوری کفر کا حکم نہیں فرمایا بلکہ یہ فرمایا کہ اندیشہ کفر ہے فقد کفر بمعنی قارب الکفر یعنی اگر یہی حال رہا تو اندیشہ ہے کہ اس کی نوبت کفر تک پہنچ جائے، جیسا کہ حج کے بارے میں حدیث شریف ہے کہ تارک حج جس پر حج فرض ہو، پھر وہ حج ترک کرے تو وہ چاہے یہودی ہوکر مرے چاہے نصرانی ہوکر مرے تو ترک نماز کے بارے میں وہ اور ترک حج کے متعلق یہ فرمایا، اسی طرح صوم رمضان کے چھوڑنے والوں کو کافر اور اس کا خون کر دینا حلال فرمایا گیا، اور یہ حدیث معروف و مشہور ہے ہی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص باطل بات اور باطل کام کرنا نہ چھوڑے اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں، یعنی کوئی روزہ تو رکھے، مگر اچھی طرح نہ رکھے اس کے حقوق کی رعایت نہ کرے، دل، زبان، آنکھ کان ہاتھ پاؤں گناہ میں ملوث رکھے، جھوٹ، غیبت، تہمت و بہتان، چغلخوری لایعنی و فضول کلام، لعن طعن، گالی گلوج، حرام لقمہ کھانا، بدنگاہی وغیرہ اقوال، افعال اور بدگمانی، حسد، تکبر، کینہ وغیرہ تمام اخلاق ذمیمہ نہ چھوڑے تو خدا تعالیٰ ایسے روزے کی طرف التفات نہیں فرماتے، تو جو عبادت خرابیوں کے ساتھ کی جائے وہ قبول نہیں ہوتی، اس پر ثواب اور انوار و برکات حاصل نہیں ہوتے، گو فرض ادا ہو جائے قضا

واجب نہ ہو، مگر ثمرات و برکات سے محرومی بھی معمولی خسارہ نہیں بلکہ زبردست محرومی اور نقصان عظیم ہے، اس اعتبار سے ایسا ہوا جیسا کہ فاقہ کیا بھوک پیاس وغیرہ کی تعب و مشقت گویا بے فائدہ اور لاحاصل رہی۔

چونکہ کسی عمل کے قبول ہونے کے لئے دو شرطیں ہوتی ہیں، اوّل اخلاص، دوسرے موافقت شرع، پس اگر کسی عمل میں اخلاص تو ہے مگر وہ شریعت کے بتلائے ہوئے طریقہ کے موافق نہیں، تو موافقت شرع نہ ہونے کی وجہ سے قبول نہ ہوگا، جیسا کہ ایک صحابیؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔ صَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ حالانکہ وہاں اخلاص موجود تھا، مخلوق کو دکھانے کے لئے نماز نہ پڑھی تھی، ریاء بالکل نہ تھی بلکہ ریاء کا تو صحابی کے اندر شائبہ بھی نہ تھا، لیکن چونکہ شریعت کے موافق وہ نماز نہیں تھی رکوع، سجدہ، قومہ وغیرہ صحیح نہ ہونے کی وجہ سے قابل قبول نہ تھی، اس لئے اس کو نہ پڑھنے میں شمار فرمایا اور اعادۂ نماز کا حکم فرمایا۔

معلوم ہوا کہ نقائص والا عمل معتد بہ قابل قبول اور لائق التفات و توجہ نہیں ہوتا، نماز روزہ وغیرہ سب کا یہی حکم ہے، یہ قبولیت کی بات ضمناً آگئی تھی۔

اصل بات یہ چل رہی تھی کہ دوسرے ائمہ مجتہدین کے نزدیک تارک صلوٰۃ عمداً بالفعل کافر ہو جاتا ہے یعنی مرتد ہو جاتا ہے، اور مرتد کی سزا اگر وہ توبہ نہ کرے تو قتل ہے، وہ تو امام صاحبؒ کی نظر بہت باریک ہے، اس لئے فرماتے ہیں کہ حدیث میں یہ کفر کا حکم مایؤل اور آئندہ کے اعتبار سے ہے مگر چونکہ کفر کا غالب اندیشہ ہے، اس لئے اس کو ماضی کے صیغہ سے تعبیر فرمایا، چونکہ قاعدہ ہے کہ جس کا وقوع غالب ہوتا ہے اس کو ماضی سے تعبیر کر دیتے ہیں جیسے ارادۂ فعل کو فعل سے تعبیر کر دیا کرتے ہیں، چونکہ ارادہ کے بعد وقوع فعل غالب ہوتا ہے اس بناء پر ارشاد نبوی ہوا کہ عمداً ترک نماز کیا اور کافر ہوا، یعنی عمداً ترک نماز سخت خطرناک اور اندیشہ ناک ہے کافرانہ حرکت ہے کفری فعل ہے، یہ کفر عملی کفر اصلی کی طرف مفضی ہو سکتا ہے۔

میں[1] کہا کرتا ہوں اور ممکن ہے کہ کہیں لکھا بھی ہو کہ یہاں حدیث شریف میں قد ہے اور قد جس طرح تحقیق کے لئے آتا ہے، تقریب کے لئے بھی آتا ہے تو فقد کفر بمعنی قارب الکفر یعنی کفر کے قریب ہو گیا، اور من[2] شرطیہ ماضی کو مضارع و مستقبل کے معنی

---

[1] یہ بطور ظریفہ و نکتہ کے ارشاد فرمایا ہے۔ [2] من موصولہ ہے مگر متضمن بمعنی شرط ہونے کے سبب مجازاً اس کو من شرطیہ سے تعبیر فرما دیا۔

ییں کر دیتا ہے، مطلب یہ ہوا کہ جو شخص نماز قصداً ترک کرے گا وہ کفر کے قریب ہو جاوے گا، قریب ہے کہ وہ کافر ہو جاوے، تو ترک نماز حق تعالیٰ سے قطع تعلق و مقاطعہ واسٹرائک ہے، اس کو کفر فرما رہے ہیں، اسی کو کفر و شرک اور فسق سے تعبیر کیا جاتا ہے کہ اے مسلمان تیرے لئے ایسی حرکات لائق نہیں جیسے کہ فرمایا لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسہٗ اس طرح یہ بھی ہے کہ اے مسلمان تیرے لئے کفری، شرکی، فسقی حرکات لائق نہیں، اس لئے عنوان سے معنون اور معنون سے عنوان پہچانا جاتا ہے

معلوم ہوا کہ مقاطعہ واسٹرائک کافرانہ فعل ہے اس میں کفر کی جھلک ضرور ہے، اور کیوں نہ ہو یہ اسٹرائک و مقاطعہ ہے ہی ایسی چیز اس لئے کہ جب مقاطعہ واسٹرائک ہوتا ہے تو نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ طلبہ درس گاہ میں نہیں پہنچتے، پڑھنا چھوڑ دیتے ہیں، گھنٹی بجتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اطلاع دی جا رہی ہے کہ تعلیم کا وقت شروع ہو گیا درس گاہ میں سبق پڑھنے کے لئے آجاؤ، مگر طالب علم آتے ہی نہیں تو یہ دو چیزوں سے مقاطعہ ہوا بلکہ تین چیزوں سے ہوا، اور یہ تینوں چیزیں معمولی حیثیت کی نہیں بلکہ نہایت اہم ہیں۔

غور فرمایئے، ایک تو مدرسہ کی چہار دیواریوں درس گاہوں سے مقاطعہ ہے کہ باوجودیکہ مدرسہ کی چہار دیواری میں موجود ہیں چونکہ اکثر

لڑکے مدرسہ ہی میں رہتے ہیں وہیں درس گاہیں ہیں، تو جو مدرسہ کی چہار دیواری کا درس گاہوں کا حق تھا، اس کو فوت اور ضائع کر رہے ہیں کہ وہیں رہ رہے ہیں مگر درس گاہوں میں پڑھنے نہیں آتے، یہ تو درس گاہوں اور مدرسہ کی چہار دیواری سے مقاطعہ واسٹرائک ہوئی، وہاں رہنے کا جو حق تھا اس سے بے پروائی بے مروتی کی۔

دوسرے اساتذہ سے مقاطعہ ہوا کہ وہ بلا رہے ہیں مگر طلبہ ان کے بلانے پر آتے ہی نہیں، بزبان حال گویا ہیں کہ ہمارا آپ سے کوئی تعلق نہیں، پہلے ہمارے مطالبات پورے ہوں، حالانکہ اگر مطالبات منظور کرانے ہیں تو اس کا تعلق مہتمم صاحب سے ہے مگر اساتذہ سے بائیکاٹ اور قطع تعلق بلکہ اس سے بڑھ کر اساتذہ کی شان میں گستاخیاں تک کی جاتی ہیں، بے ادبی اور بے احترامی و توہین آمیز باتوں تک کی نوبت آجاتی ہے۔

دیکھیے یہ کتنی سخت ترین بات ہے کہ اساتذہ جو زبردست محسن ہیں، ان کی شکر گذاری اور قدردانی تو کیا کرتے اس کے برعکس بیقدری اور بے ادبی و ناشکری پر تلے ہوئے ہیں، ان کے ساتھ تعلق و محبت کے بجائے بغض و نفرت اور قطع تعلق کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے، یہ کس قدر بھاری بات ہے کتنی بھیانک اور سخت ترین بیہودگی ہے کہ

مطالبات کا تعلق تو مہتمم صاحب سے اور مقاطعہ ہو رہا ہے اساتذہ سے، یہ تو ایسا ہی ہوا جیسا کہ گھروں میں دیکھا ہوگا، میاں، بیوی سے ناراض ہو جاتے ہیں کہ وقت پر کھانا تیار نہیں ہو سکا، بیچاری گھر کے کام میں لگ رہی تھی، کھانا تیار کرنے میں ذرا دیر ہوگئی یا تیار تو ہو چکا مگر میاں باہر سے جو اندر آئے اور کھانے کے تخت یا چوکی یا چٹائی پر بیٹھ گئے کہ بیوی کھانا نکال کر سامنے رکھے وہ کسی کام میں لگ رہی ہے ان میاں سے اتنا نہیں ہوتا کہ خود کھانا اتار لیں، بس سیدھے بیٹھے ہوئے ہیں، ایسا نہیں کہ مڑ جائیں ذرا برتنوں کی طرف آکر کھانا اتار لیں بس حاکم صاحب ہیں بیوی محکوم ہے، غرض ذرا انتظار کیا کہ بیٹھ گئے حکومت کی شان ہے کہ بزبان قال یا بزبان حال حکم فرما رہے ہیں کہ ہمارے لئے کھانا لاؤ۔

بس ذرا توقف ہوا ناراض ہو کر اینٹھ کر گھر سے باہر چلے آئے، بات ذرا سی بیوی سے ہوئی کہ کیوں سب کام چھوڑ کر ان کی طرف متوجہ نہیں ہوئی فوراً ہی کھانا کیوں نہیں سامنے لائی، یا کھانا بھی نکال کر سامنے رکھ دیا مگر ذرا دیر ہوگئی اس لئے اب نہیں کھاتے، بس کھانے کا بائیکاٹ اور غصہ ہو کر اٹھ کر چل دیئے، بیوی دامن پکڑ رہی ہے خوشامد کر رہی ہے مگر میاں نہیں مان رہے اور گھر سے باہر نکل آئے، بیوی رنجیدہ ہے

آنکھ میں آنسو بھی لا رہی ہے، اب کبھی اماں کو کبھی ابّا کو یاد کر رہی ہے مگر انھیں رحم نہیں آتا، بیچاری بچہ کو بھیج کر بلا رہی ہے تو میاں بچہ پر ہی جھلانے لگے یا یہ کیا کہ بچہ پر ہی دست درازی کرنے لگے، بھلا بچہ نے کیا بگاڑا، مگر جوش غضب میں ہوش نہیں رہا، ایک طرف سے سب پر برس رہے ہیں، نہ خطاوار کو دیکھ رہے نہ بے خطا کو، اور اگر شوہر مولوی ہو، اور پھر یہ حرکت یہ بدمعاشرتی، یہ کج روی، یہ ناشائستگی نہایت افسوسناک بات ہے۔

اسی طرح یہ اسٹرائک طلبہ ہیں کہ خطا ایک کی اور وہ بھی نہ معلوم ہے یا نہیں، بس اپنے ذہن میں خطا و غلطی ہونا آگیا بس پھر کچھ نہیں دیکھتے، سب سے مقاطعہ سب سے اسٹرائک، گویا ان کے نزدیک سب ہی خطاوار ہیں، مہتمم، معلم سب ہی ایک زمرہ میں کر دیئے گئے، بھلا منتظمین علم، حضرات اساتذہ معلمین ان کے مقصد تحصیل علم میں براہ راست شریک و مشغول اور بہترین معین اور محسن عظیم ہیں، انھوں نے کیا بگاڑا جو ان سے مقاطعہ و اسٹرائک کی جا رہی ہے کہ درس گاہ میں پڑھنے نہیں آرہے، گویا علم ہی سے مقاطعہ ہو رہا ہے کہ ہم نہیں پڑھتے اب اس کا تو یہ تقاضا تھا کہ مطبخ بند کر دیا جاتا مہتمم ان کے کھانے کا انتظام نہ فرماتے، چونکہ مدرسہ تعلیم کے لئے کھانا دیتا ہے، اور وہی موقوف اور

منقطع ہے پھر کھانا کیسا ؟ مگر یہ مہتمم کی مہربانی اور کھلا کرم ہے کہ مطبخ بند نہیں فرمایا برابر کھانا جاری رکھا۔

اب ان غلط کاروں کا حال دیکھئے کہ پڑھتے تو ہیں نہیں اور جہاں کھانے کا وقت آیا فوراً پیالہ لے مطبخ میں پہنچ گئے، کھانا لا رہے ہیں کھا رہے ہیں، ذرا نہیں شرمارہے ایسے حیادار ہیں، حیا ہوتی تو اسٹرائک ہی کیوں کرتے اپنے محسنوں کے سامنے یہ جسارت ہی کیوں کرتے، حیا تو پہلے ہی رخصت ہو چکی، اب جو بھی کریں طبیعت میں رکاوٹ جھجک تو رہی نہیں، چنانچہ مشہور ہے اذا فاتك الحياء فافعل ما شئت کہ جب حیا نہیں رہی تو پھر جو چاہے کیجئے کہ اب بھلا برا کچھ معلوم نہیں ہوگا پس یہاں سے ثابت ہوا کہ اسٹرائک کفر و فسق و فجور تو ہے ہی، خلاف حیا بھی ہے، یہ آپ حضرات کی برکت سے دلائل آرہے ہیں، اللہ تعالیٰ زبان چلوا رہے ہیں۔

بہرحال اس کو بنیادی حیثیت سے دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ اس کا بانی شیطان ہے، اور انسانی حیثیت سے دیکھا گیا تو اس کی پہل کرنے والا قابیل نکلا، تو معلوم ہوا کہ یہ بڑی سخت چیز ہے، یورپ سے اخذ کرنا تو بعد کی بات ہے، خود یورپ نے کہاں سے لیا ہے، اپنے بھائی شیطان سے۔ یورپ کی طرف جو اس کی نسبت کر دیتے ہیں،

وہ تو اس لئے ہے کہ بعض اوقات بعید کو چھوڑ کر قریب کی طرف نسبت کر دیا کرتے ہیں، اور قریب یورپ ہے، اس لئے اسٹرائک کو یورپ کا طریقہ کہدیا جاتا ہے، ورنہ درحقیقت یہ طریقہ شیطان کا ہے۔

اب اگر آپ اس کو پھیلانا چاہیں تو اپنی زندگی کے پورے اعمال پر پھیلا سکتے ہیں، چنانچہ دیکھیے یہ جو کفار ہیں سب خدا کی مخلوق ہیں، اور خالق حقیقی اللہ تعالیٰ رب العالمین نے تمام انسانوں کے لئے سارے سامان زندگی بلا کسب واکتساب انسان پیدا فرما دیئے ہیں، یہ کافران کو استعمال کرتے ہیں کھاتے پیتے ہیں اس کی اجازت ہے لیکن عملی حیثیت سے اعتقاد باطل کے ساتھ ہے عملاً خالق کو چھوڑ رکھا ہے اس کے اوامر و نواہی سے کوئی واسطہ نہیں ہے، تو یہ خدا کے ساتھ قطع تعلق اور سخت مقاطعہ ہے اور یہ بہت بڑا سخت اسٹرائک ہے لیکن باوجود اس مقاطعہ کے خدا کے مکان میں رہ رہا ہے، لیکن پھر بھی اللہ میاں نے اس کا کھانا بند نہیں کیا۔

ہوائیں، سورج، چاند، حرارت، برودت حتیٰ کہ ملائکہ حفظہ سب اپنے اپنے کام پر لگے ہوئے ہیں، تو دیکھیے اِدھر سے تو مقاطعہ ہے اور اُدھر سے ملاطفہ ہے چونکہ وہ رحمٰن ورحیم ہے، رحمٰن دنیا کے اعتبار سے ہے کہ مومن، کافر سب کو دیتا ہے، اور رحیم آخرت کے اعتبار سے ہے کہ

وہاں صرف مومن پر رحمت ہوگی کفار پر نہ ہوگی، رحیم میں کل چار حرف اور رحمٰن میں پانچ حرف ہیں تو رحیم میں ایک حرف کم اور رحمٰن میں ایک حرف زیادہ ہے۔ لہٰذا رحمٰن کی رحمت کا ظہور دنیا میں تعداد رحمت کی زیادتی کی شکل میں ہوا کہ مومن پر تو رحمت تھی ہی کافر پر بھی رحمت ہو رہی ہے۔ ؎

ادیم زمین سفرۂ عام اوست ؎ بریں خوان یغما چہ دشمن چہ دوست

بلکہ کافر پر صورۃً اور زیادہ مگر آخرت میں لاخلاق لہم کوئی حصہ رحمت ونعمت نہ ہوگا، یہ رحمٰن ورحیم کے معنیٰ کا فرق ہوا، چونکہ قاعدہ ہے زیادۃ المبانی تدل علیٰ زیادۃ المعانی، اس لئے زیادتی حرف سے زیادتی معنی ہوئی کہ ایک حرف رحمٰن میں زیادہ ہے اور رحیم میں ایک حرف اس سے کم ہے، تو یہ سنت الٰہیہ اور طریق خداوندی ہے۔ ؎

ولیکن خداوند بالا و پست ؎ بعصیاں در رزق برکس نہ بست

کہ باوجود بے تعلقی وسرکشی اور مخالفت ومعاندت کے باوجود حلم وکرم اور معاملۂ ملاطفت فرماتے ہیں۔

اسی طرح مہتمم صاحب بھی چونکہ مولوی ہیں اور مظہر خداوندی ہیں اس لئے انھوں نے بھی باوجود مقاطعہ واسٹرائک اور شرارت وسرکشی کے کھانا بند نہیں فرمایا چونکہ طلبہ ان کی چہار دیواری میں رہ رہے ہیں،

کھانے کے لئے اور کہاں جائیں گے، یہ خیال کر کے ملاطفہ اور مہربانی کا معاملہ فرمایا۔

جیسے کافر کی طرف سے مقاطعہ مگر اُدھر سے مہلت کا معاملہ تو کافر کی طرف سے کلی طور پر مقاطعہ ہے، یہ تو انتہائی درجہ کا ظلم جو کہ ظلم عظیم اور اشد ترین مقاطعہ ہے، اس کے علاوہ مقاطعہ کے اور بھی اقسام و انواع ہیں، اب جتنا جتنا وفاداری، اطاعت شعاری، شکرگذاری، احسان شناسی میں کمی خلاف ورزی اور عہد شکنی میں زیادتی ہوگی، ادائے حقوق کے بجائے اتلاف حقوق ہوگا، اسی اعتبار سے مقاطعہ میں شدت وخفت کا تفاوت رونما ہوگا۔

جیسا کہ مسلم و مومن ہو کر یہ کیا کہ بعض حکم کو لے لیا بعض کو چھوڑ دیا، بعض پر عمل کیا بعض پر عمل نہیں کیا، بعض منہیات سے اجتناب کیا بعض کا ارتکاب کیا، یہ سب مقاطعہ ہی کی شکلیں اور صورتیں ہیں، مثلاً اذان ہو رہی ہے حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح کا اعلان کرایا جا رہا ہے اور مسجد میں آنے کی دعوت دی جا رہی ہے، نماز کے لئے بلایا جا رہا ہے، مگر نماز کے لئے نہیں جا رہے ہیں، تو اس طالب ایمان نے ایمانی تقاضوں کے خلاف کر کے اسٹرائک کی طالبین علم کی طرح (جنہوں نے علم کے تقاضے پورے نہیں کئے مقتضیات علم کے خلاف کیا، مقاطعہ اور

اسٹرائک والوں میں خود کو داخل کرلیا، اگرچہ اسی وقت کے لئے ہو، بہر حال قطع تعلق کا اظہار تو ہوا، جو کہ نہایت شنیع حرکت اور کافرانہ ومنافقانہ فعل ہے، اسی وجہ سے حدیث میں تشنیعاً وتغلیظاً فرمایا گیا۔ الجفاء کل الجفاء والکفر والنفاق من سمع منادی اللہ فلا یجیبہ یہی مقاطعہ ہے یہی اسٹرائک ہے۔

یہ الگ بات ہے کہ اذان ونماز کا انکار نہیں کیا عقیدۃً ان کی تکذیب نہیں کی، اس لئے کفر کا حکم تو نہیں لگے گا، کفر سے تو بچ گیا لیکن حکم عدولی کے سبب فی الحال فاسق تو ہو ہی گیا، اس کو فاسق کہیں گے کہ نماز ادا نہیں کی، یا نماز تو پڑھی مگر جماعت کے ساتھ نہیں پڑھی جماعت ترک کردی۔

یہ تو بعض حکم پر عمل نہ کرنے اور ترک امتثال امر پر ہوا، اور اگر مناہی کا ارتکاب کرلیا تو فاجر بھی ہوگیا، اور یہ فسق وفجور کفر کے شعبے اور کفر کے راستے ہیں، اہل کفر کے ساتھ مشابہت کے طریقے ہیں، جو کفر اصلی کی طرف مفضی ہوتے ہیں، بہر حال یہ مؤمن طالب ازدیاد وکمال ایمان بلانے پر بھی مسجد نہ جائے ترک جماعت مسجد یا ترک نماز کردینے سے فاسق ہے،

اسی طرح اسٹرائک کرنے والے طالب علم فاسق ہیں، چونکہ علم اور

متعلقین و متعلقات علم سے مقاطعہ کرنا کفر نہ سہی، مگر اہل کفر کے ساتھ مشابہت کے سبب قریب کفر تو ہے کہ شدہ شدہ اصل کفر ہی تک نوبت پہنچ جائے، یعنی کفر کا خطرہ اور اندیشہ تو ضرور ہے، جیساکہ مَن تشبہ بقوم فھو منھم فرمان نبوی اور آیت وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْھُمْ فرمان الٰہی سے ظاہر ہے، غرض اسٹرائک کرنے والے طالب علم فاسق ہیں۔

قرآن پاک کی اصطلاح میں جہاں جہاں فاسق آیا ہے وہاں کافر مراد ہے، یہاں پر یہ مراد نہیں، یہاں لغوی و فقہی معنیٰ میں سرکش مراد ہے، یہاں پر تارکِ علم وحی کو فاسق کہا جا رہا ہے، یہ دلائل ہیں سوچ کر دیکھ لیجئے، مگر جب طبیعت میں عناد آجاتا ہے، حسد بیٹھ جاتا ہے، قوت غضبیہ کا تسلط ہو جاتا ہے تو صحیح دلائل بھی ذہن میں نہیں آتے بلکہ صحیح دلائل صحیح مقدمات کے رد کی طرف طبیعت چلتی ہے جو کہ وہ عناد کا خاصہ ہے، فاسد اور باطل ہی مقدمات اور لچر بات ہی سے کام لیا جاتا ہے۔

بقول کسے وہی مرغے کی ایک ٹانگ رہ جاتی ہے، مرغ کی ٹانگ خاص چیز ہوتی ہے، اسی لئے مخصوص مہمان کی قاب میں مرغ کی ٹانگ رکھی جاتی ہے، اس کا اہتمام کیا جاتا ہے، دیگر رکابیوں میں

گوشت ہوتا ہے، ایک رئیس نے اپنے ملازم سے مرغ پکوایا، سامنے آیا تو ایک پیر ہے دوسرا نہیں، اس لئے پوچھا تو ملازم نے کہا کہ اس مرغ کے ایک ٹانگ ہی تھی، رئیس نے کہا کہ کیا ایسا بھی ہوتا ہے، ملازم نے کہا حضور میں دکھاؤں گا، ایک مرغ اتفاق سے ایک پیر پر کھڑا ہوا تھا، ملازم نے کہا حضور دیکھئے ایک پیر کا مرغ ہے، آخر وہ بھی رئیس تھا، اس نے ہشت کر دیا تو مرغ نے دوسرا پیر بھی نکال دیا، رئیس نے کہا دیکھا اس کے تو دونوں پیر ہیں، تو ملازم نے عرض کیا، حضور آپ ہشت کر دیجئے یہاں بھی دوسرا پیر نکل آئے گا۔

غرض وہ مرغے کی ایک ہی ٹانگ رہی، نہ ماننا ٹھان لیا تھا، اس لئے کسی طرح نہیں مانا، اعترافِ قصور ہرگز نہیں کیا، اسی کو عناد کہتے ہیں ضد کہتے ہیں، منجملہ اسباب زیغ قلب اور کج فہمی کے یہ بھی ایک سبب ہے۔

بہرحال عناد اور کجی صحیح دلائل کے باوجود راہِ راست پر آنے سے روکتی ہے، یہی چیز تھی جس نے واضح اور مسلّم حجتِ معجزہ دیکھنے کے باوجود کفار کو قبول حق سے روک دیا،

اور تمام اخلاق رذیلہ کجی کے اسباب ہیں، کجی کی چیزیں ہیں، ان کجی کی چیزوں کو دل و دماغ سے نکالنے کے لئے علماء کے علاوہ

ایک دوسری جماعت ہے جو بشری حیثیت سے اونچی اور بلند مخلوق ہے باوجود اپنے بشر ہونے کے بے شر ہے، اور جو ان کے پاس بیٹھتا ہے اس کو بے شر بنانا چاہتے ہیں، پس جو ان کے ساتھ ہمنشیں ہوگا ان کی مصاحبت اور مجالست اختیار کرے گا، ان کا ہم رنگ ہوگا، اب جبکہ وہ بے شر ہو جائے گا اور طلب علم میں لگے گا تو شر کی بات ہی نہ ہوگی۔

وہ مخلوق ہے مشائخ کی اولیاء کرام کی، ان میں کوئی شر ہی نہیں شر کا ان کی طرف وہم تک نہیں، یعنی کسی کو ایذاء و تکلیف پہنچانے کی بات ان کے خیال تک میں نہیں آتی، بلکہ نفع رسانی، ایثار و ہمدردی و مروت اور دوسروں کی خاطر رنج اٹھانا ایذائیں برداشت کرنا یہ ان کا معیارِ زندگی ہے وہ تو مجسم ایثار بن گئے ہیں، ایسے شخص سے تکلیف کہاں پہنچے گی، وہ تو خود دوسروں کی خاطر تکلیف اٹھانے والے ہیں، اب جو شخص ان کے پاس پہنچے گا، اس کو بھی اپنا جیسا بنائیں گے، اسی کے لئے خانقاہیں قائم کی گئی ہیں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مدرسہ اور خانقاہیں دونوں ساتھ ساتھ تھے، تربیت علمی و اخلاقی سب آپ فرماتے تھے، اور اس وقت سب کے سب صحابہ طالب تربیت و طالب تعلیم تھے،

آپ کے زمانے میں علم کے ساتھ عمل کا انطباق ہوتا رہتا تھا، خانقاہی زندگی یعنی آپ کی صحبت میں جس علم کو حاصل کیا جاتا تھا، اس کی آپ نگرانی بھی فرماتے تھے، حتیٰ کہ اگر آپ کسی کو کوئی کام بتاتے تو بس بتلا کر ہی فارغ اور بے فکر نہیں ہو جاتے تھے بلکہ جب تک اس کام کے ہونے کی اطلاع نہ ہوتی تھی انتظار فرماتے تھے اور معلوم فرماتے تھے کہ وہ کام کیا یا نہیں، یہ نگرانی ہوتی تھی، اور خلاف اور کمی ہونے پر ٹوک ہوتی تھی۔

چنانچہ آپ نے چار صحابہ کو حکم فرمایا کہ فلاں جگہ کے لئے فلاں وقت روانہ ہو جاؤ، تین روانہ ہو گئے ایک رہ گئے، آپ کی نظر جمعہ میں دوران خطبہ ان صحابی پر پڑی تو آپ نے نماز کے بعد تحقیق فرمائی، تو ان صحابی نے اپنی یہ نیت بیان فرمائی کہ یا رسول اللہ! میں نے یہ خیال کیا کہ آپ کی اقتدا میں نماز جمعہ پڑھ لوں، جمعہ بھی ترک نہ ہو، اور وہاں بھی پہنچ جاؤں، چونکہ میرا گھوڑا نہایت تیز رو ہے لہٰذا میں ان تین ساتھیوں کو راستہ میں پالوں گا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ سب نیت خیر ہے، مگر چونکہ میرے حکم کے خلاف ہوا ہے، لہٰذا وہ تینوں تم پر سبقت لے گئے۔

دیکھیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھنا

یہ ان کا فعل حسن تھا، مگر اس کے باوجود وہ حضرات بڑھ گئے۔
(خود رائی ترک کرنے اور بڑے کے حکم کی اطاعت سے) دیکھئے جو تعلیم
فرمائی تھی اس کی نگرانی بھی فرمائی اور خلاف ہونے پر تنبیہ بھی فرمائی
یہ خانقاہی زندگی ہے کہ آزاد نہیں چھوڑا جاتا، کوتاہی پر روک ٹوک
ہوتی ہے، اگر معلوم ہی نہ ہو سکے تو معذوری ہے، لیکن اگر شیخ کو
مشاہدہ ہو، جیسا کہ خانقاہ میں رہنے والوں کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے یا
معتبر خبر پہنچے تو طالب کو آزاد نہ چھوڑے بلکہ روک ٹوک ہونا ضروری
ہے، خانقاہوں میں یہ بات ہوتی ہے۔

مصلح طالب اصلاح کو آزاد نہیں چھوڑتا بلکہ تنبیہ کرتا ہے، اب
جیسی غلطی ویسی تنبیہ، جیسا مرض ویسی ہی باز پرس ہوتی ہے، کبھی
شہر بدر کر دیا جاتا ہے، پھر مرید توبہ کرتا ہے نادم ہوتا ہے، شیخ کا ذوق
اس کی ندامت کو قبول کرتا ہے تو خانقاہ آنے کی اجازت دیدی جاتی
ہے۔ الغرض اس کی نگرانی کے لئے خانقاہ ہوتی ہے، اور جب یہ طالبعلم
طالب اصلاح ہو کر آیا ہے یا یہ کہ زمانہ طالب علمی میں طالب اصلاح
ہو کر رہ رہا ہے تو خود بھی اپنی نگرانی کرے گا، کیونکہ یہ خانقاہ میں صرف
علم کے لئے نہیں گیا بلکہ عمل کے لئے گیا ہے، اس لئے یہ خود بھی اپنے
نفس و عمل کا نگراں ہے اور شیخ بھی نگراں ہے۔

چونکہ خانقاہ کے اندر یہ اسی لئے آیا ہے کہ میری اصلاح ہو۔ اب وہ جو شیخ نے روک ٹوک کی ہے، اس سے عمل میں ترقی و درستی ہوگی، تو اس طرح عمل کرنا آجائے گا، خانقاہوں میں اسی لئے جایا جاتا ہے تاکہ عمل کرنا آجائے، ایسے شیخ کی خدمت میں آیا ہے جو بشر تھا مگر بے شر ہوگیا تھا، اس شیخ نے تنبیہ کر کے سزا دے کر اپنے مریدین کی ایسی اصلاح کی ہے کہ ان مریدین میں سے بھی شر نکل گیا ہے، چنانچہ آپ نے کہیں نہیں سنا ہوگا کہ فلاں خانقاہ میں مریدین نے اسٹرائک کردی ہے، اور مدارس کے بارے میں بار بار سنا ہوگا کہ آج فلاں مدرسہ میں طلبہ نے اسٹرائک کردی، اور فلاں وقت فلاں مدرسہ کے طلبہ نے اسٹرائک کی تھی، اب بتاؤ کہ کونسی جماعت اچھی ہوئی ؟ خانقاہ والی یا مدرسہ والی ؟

دیکھ لیجئے کہ خانقاہ سے تو شر چلا گیا، اور مدرسہ میں یہ شر (اسٹرائک) آگیا۔

علماء حضرات جوان جوان، جو ان مدارس میں موجود ہیں، اگر اپنے آپ کو مشائخ کے سپرد کر دیتے اور طلبہ کو بھی اس کی تاکید کرتے تو ان کے اندر سے شر نکل جاتا اور بے شر ہو جاتے، پھر اسٹرائک نہ ہوتی، یہ مقاطعہ کا شر مدرسہ کے اندر نام کو بھی نہ ہوتا، قانون شکنی

معمولی اور برائے نام بھی نہ ہوتی ۔

ہاں علم کی بہرحال ضرورت ہے، اس لئے مدارس کا ہونا بھی ضروری ہے، آج علم دین کی بنیاد تو مدرسہ ہی ہے، مگر تحصیل علم کے زمانہ میں اپنی اخلاقی زندگی سنوارنے کی ضرورت ہے، لہٰذا پڑھنے کے زمانہ میں اہل خانقاہ، مصلحین، مشائخ کاملین سے وابستگی بھی نہایت ضروری ہے، جب اخلاق سے شر نکل جائے گا عمل سے بھی شر چلا جائے گا، تو علم بے شر ہو کر رہ جائے گا جو کہ اصل مقصود و مطلوب ہے ۔

اس تمام گفتگو سے اسٹرائک کی حقیقت پورے طور سے واضح ہو گئی جس کا ترک عامۃً سب کو اور خاصۃً طلبہ علم دین کو واجب اور بالکل ضروری ہے اور کیوں نہ ہو، جبکہ اسٹرائک فسق کی بات ہے جیسا کہ وضاحت سے عرض کیا گیا، اور ایمان کی شان یہ ہے کہ حصول ایمان کے بعد فسق کا کام تو درکنار، نام بھی برا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عقل سلیم عطا فرمائیں اور ہر کجی سے ہماری حفاظت فرمائیں ۔ آمین ۔

حاضرین میں سے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت جی ان میں سے ایک بطخ کاٹتی ہے کچھ بڑی بطخیں حضرت والا کے یہاں پلی ہوئی ہیں، اس پر ارشاد فرمایا کہ بات یہ ہے کہ جب کوئی اجنبی آدمی ان کے پاس سے گذرتا ہے تو ایک قسم کی وحشت ہوتی ہے اس پر ان کو غصہ آجاتا ہے، اب یہ الگ بات ہے کہ کسی کو جلدی غصہ آتا ہے کسی کو دیر میں۔

اسی طرح انسانوں میں بھی سب طرح کے انسان ہیں بعض تو اس قسم کے ہیں کہ انھیں جلدی غصہ آتا ہے اور فوراً بدلہ لینے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں پھر آگے پیچھے کا کچھ نہیں سوچتے، غصہ آنے جانے کے بارے میں حدیث میں آتا ہے کہ لوگ چار قسم کے ہوتے ہیں، ایک قسم تو یہ ہے کہ جلدی غصہ آوے اور جلدی ہی ختم ہو جاوے، اور دوسری قسم وہ ہے کہ دیر میں غصہ آوے دیر ہی میں جاوے، اور تیسری قسم یہ ہے کہ جلدی غصہ آوے اور دیر میں جاوے، اور چوتھی قسم یہ ہے کہ دیر میں غصہ آوے اور جلدی چلا جاوے۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان چاروں میں آخرۃ الاعینی جس کو دیر میں غصہ آئے اور جلدی ہی چلا جائے

وہ بہت ہی اچھا آدمی ہے، ان چار قسموں کے علاوہ ایک عقلی احتمال اور ہے اور وہ یہ کہ غصہ بالکل آئے ہی نہیں یہ بہت مشکل ہے۔

بہر حال اس حدیث شریف میں گویا ہمیں اصلاح نفس اور اپنا امتحان و جائزہ لینے کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے، اس طرح کہ جب بھی کوئی خلاف طبع بات پیش آئے تو غور کریں کہ تیزی جلدی آگئی تھی یا دیر میں، اور پھر آکر جلدی ہی چلی گئی تھی یا کافی دیر تک رہی تھی، غور کرنے سے ضرور معلوم ہو جاوے گا، پس اگر تیزی و غصہ دیر میں آیا ہو، اور جلدی ہی چلا گیا ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے کہ یا اللہ! یہ سب تیرا فضل و کرم ہے ورنہ میری یہ طاقت کہاں کہ قوت غضبیہ پر قابو پاسکوں اور حد سے باہر جانے سے اس کو روک سکوں۔

ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کسی کی طرف سے کوئی ایذا ء و خلاف طبع بات پیش آجائے تو اس تاثر و تکدر کو آگے نہ بڑھائے بلکہ اسی مجلس سے دل صاف کر کے اٹھو، مطلب یہ کہ اس کی طرف سے طبیعت میں میل اور کھٹاس نہ رہے ورنہ طبیعت میں کڑھن رہے گی اور یہ اچھی بات نہیں۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جب مجلس سے اٹھو تو استغفار کر کے اٹھو، اور استغفار کا طریقہ ہمیں قرآن پاک میں سکھا دیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے رب اغفر وارحم وانت خیر الرٰحمین اس کے علاوہ احادیث میں بھی کلمات استغفار وارد ہوئے ہیں جی چاہے تو ان کو پڑھ لے استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ اور استغفر اللہ العظیم۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اس حدیث پر ضرور عمل کر لے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب شام کو سونے لگو تو سب کی طرف سے دل صاف ہو، اصل اور بہتر تو یہ ہے کہ ساتھ ساتھ ہی دل صاف ہو ورنہ کم از کم جب سونے لگے تو اس وقت کسی کی طرف سے دل میں میل نہ ہو۔

دیکھو دیکھو بطخوں میں لڑائی ہونے لگی، ان کو جلدی غصہ آگیا معلوم ہوا کہ جلدی غصہ آنا حیوانیت و جانوریت کی بات ہے انسانیت کی بات نہیں، دیکھئے ہر وقت ایک جگہ رہنے والی، ساتھ ساتھ پھرنے والی کہ جب باہر چلیں گی تو ساتھ ساتھ، اگر ایک پیچھے رہ جائے تو تمام کھڑی ہو جاتی ہیں، یہ سب کچھ ہے مگر اس کے باوجود پھر لڑائی ہوتی ہے، جب خلاف طبع بات پیش

آگئی، بس دوستی ختم، ان بطخوں کی لڑائی سے بھی ہم کو ایک سبق ملا، وہ یہ کہ ہم کئی افراد ایک حجرہ ایک کمرہ ایک مکان میں رہتے ہوں تو خلاف طبع بات پیش آجانے پر غصہ و غضبناک نہیں ہونا چاہئے بلکہ تحمل سے کام لینا چاہئے، اگر ذرا ذرا سی بات پر غصہ کرنے لگے تو یہ پوری جانوریت ہے اب آپ خود ہی سوچ لیں، اس سے بھی واضح مثال کتے کی ہے کہ ابھی تو آپس میں ایک دوسرے کو چوم رہا ہے ایک دوسرے کے ساتھ کھلاری کر رہا ہے، اور جہاں ہڈی دیکھی، ہڈی ملی یا اور کوئی چیز کھانے کی آئی بس اب ایک دوسرے کو پھاڑ کھانے کو آتا ہے۔

اسی طرح بعض آدمیوں کی عادت ہوتی ہے کہ ابھی تو مذاق تفریح ایک دوسرے کے ساتھ دل لگی ہو رہی تھی اور جہاں خلاف طبع بات پیش آئی سب تفریح وغیرہ بھول جاتے ہیں ایک دوسرے کا دشمن اور جان لینے کو تیار ہو جاتا ہے، اور بُغض و کینہ دل میں پیدا کر لیتا ہے، لیکن یہ یاد رہے کہ کسی مسلمان سے محض بُغض جائز نہیں اگرچہ اپنی آنکھوں کسی بڑے گناہ میں مبتلا دیکھ لے حتیٰ کہ زنا، چوری کرتے بھی دیکھے تب بھی بُغض محض کرنے سے گناہ ہوگا۔ ہاں اگر بُغض ارتکاب معصیت کی بنا پر ہو، اور

دولت ایمان حاصل ہونے کی وجہ سے اس سے محبت بھی ہو، اور الحب للہ اور البغض للہ کا مصداق ہو تو یہ درست بلکہ مستحسن اور مطلوب ہے۔

غرض بُغض کی تو اس طرح کسی درجہ میں اجازت بھی ہے لیکن کینہ تو بالکل حرام ہے، چونکہ کینہ کی حقیقت یہ ہے کہ کسی کی طرف سے اپنے دل میں یہ بات جما لینا کہ اس کو جس طرح بھی ہو سکے گا ضرر پہنچاؤں گا، خواہ جانی، خواہ مالی خواہ آبروئی کہ طرح طرح سے بدنام کروں گا، زبانی، تحریری ہر صورت سے کام لوں گا جیسے کینہ حرام ہے اسی طرح تحقیر بھی حرام ہے، کسی بھی گناہ کی وجہ سے کسی کو حقیر و ذلیل سمجھنا ہرگز جائز نہیں، دوسرے کو ارذل اپنے کو افضل مسلمان کے مقابلہ میں بالفعل یعنی فی الحال اور کافر کے مقابلہ بالقوہ یعنی مآل کے اعتبار سے حرام ہے۔

چونکہ مسلمان میں اسلام و ایمان فی الحال موجود ہے۔ نہیں معلوم کہ اس میں اس اسلام و ایمان کا کوئی اثر کوئی خوبی ایسی موجود ہو، جس کے سبب وہ مقبول عنداللہ ہو، اور اپنے میں کوئی بُرائی ایسی ہو جس کے سبب عنداللہ مبغوض ہو، اور کافر میں یہ احتمال ہے کہ ہوسکتا ہے کہ آئندہ اس کو ایمان نصیب ہو کر وہ مقبول ہو جائے

اورخود کے متعلق یہ احتمال ہے کہ فی الحال اگرچہ ایمان واسلام حاصل ہے لیکن خاتمہ کا اعتبار نہیں ہوسکتا ہے کہ ایمان پرخاتمہ نہ ہو، اس لئے خوف واندیشہ رکھنا اورڈرتے توبہ کرتے رہنا ضروری ہے، دوسروں کی غلطی اورکوتاہی کے بجائے اپنے معائب ونقائص کا استحضار رکھنے ہی میں خیر ہے۔ اوراس کے برعکس یعنی دوسروں کے عیوب ونقائص کا استحضار سراپا شرہی شراورفتنہ وفساد، بدامنی اوربے چینی کے قہروغضب کا باعث ہے۔

ہماری مطبوعات

ختم البخاری

یہ بخاری شریف کے آخری باب کے درس کی تقریر ہے جو مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب دامت برکاتہم کی مخصوص طرز تدریس کا شاہکار ہے، مضامین نہایت عجیب وغریب اور بعض تو محض الہامی ہیں، ناظرین خود اسکا مشاہدہ فرمائیں گے۔

مواعظ

مواعظ قسط اول وقسط دوم منظر عام پر آچکی ہیں، جن میں چھ وعظ ہیں جو حضرت مسیح الامت دامت برکاتہم کے خاص انداز بیان، شفقت ودلسوزی کی خاص نمایاں شان پر مشتمل ہیں، خوفِ الٰہی۔ تعلقِ الٰہی، خشیت الٰہی، وعظ والعصر، کلمہ طیبہ کے تقاضے، اخلاص۔ ناموں سے مضامین پر صاف دلالت ہے۔

ملفوظات

حضرت مسیح الامت دامت برکاتہم کی مجلس کے ارشادات کی طباعت واشاعت کے پیہم تقاضوں کے سبب ہم نے فضیلت علم کے آخر میں یہ سلسلہ شروع کردیا ہے، بحمدہ تعالیٰ تقریباً اکیس بائیس ملفوظات آگئے ہیں، آئندہ قریب ہی ایک قسط مستقل لانے کا ارادہ ہے، حق تعالیٰ کامیاب فرمائیں۔

ناشر:- مکتبہ فیض اشرف جلال آباد ضلع مظفرنگر یوپی